Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ...........300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....لوڈشیڈنگ، ہڑتال اور املاک کی تباہی..........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۹۳)..........مُر دار، خون اور خنزیر کے گوشت کی حرمت........// // ۶

درسِ حدیث ....بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت......// // ۱۳

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی (جنت اور اس کی بہاریں: قسط۱)..........مفتی محمد امجد حسین ۱۹

راول ڈیم سے خان پور ڈیم تک (قسط۶)..................................ابوعشرت حسین ۲۳

شعبان کے آخر میں روزہ اور قبل از وقت رمضان کا آغاز..........................مفتی محمد رضوان ۲۸

سلام کے مسنون اور غیر مسنون الفاظ..................................مولانا محمد ناصر ۳۴

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۳)..............................مفتی محمد رضوان ۴۰

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۸)..مفتی منظور احمد ۴۷

ماہِ جمادی الاخریٰ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولانا طارق محمود ۵۲

علم کے مینار...عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط۴)....مفتی محمد امجد حسین ۵۵

تذکرۂ اولیاء:...........شیخ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ.............// // ۶۰

پیارے بچو!.........عقل مند بادشاہ..........................بنتِ فاطمہ ۶۵

بزمِ خواتین.........عدت کے احکام (قسط۵)..........................مفتی محمد یونس ۶۷

آپ کے دینی مسائل کا حل..........اجتماعی اعتکاف کا شرعی حکم..................ادارہ ۷۱

کیا آپ جانتے ہیں؟..........اچھے اور بُرے خواب (قسط۱۲)......مفتی محمد رضوان ۷۷

عبرت کدہ ....حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۲۴)...........ابوجویریہ ۸۳

طب وصحت... کلونجی (Black Cumin) کے فوائد وخواص (قسط۳)....مفتی محمد رضوان ۸۵

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۸۷

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

لوڈشیڈنگ، ہڑتال اور املاک کی تباہی ؟

ایک مدت سے ملک میں بجلی اور گیس کی قلت اور لوڈشیڈنگ کا سلسلہ جاری ہے، اور عرصۂ دراز گزرنے کے باوجود نااہل اور تعیش پرست حکمران اس کے لئے کوئی مؤثر اور دیرپا حل پیش نہیں کرسکے، آئے دن مختلف قسم کی عارضی تدابیر اختیار کر کے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا رہا ہے۔

لوڈشیڈنگ کے اس لمبے اور طویل عرصہ میں ملک کو صنعتی اور دوسرے شعبوں میں کیا کیا نقصانات ہوئے، کتنی مہنگائی ہوئی، اور کتنے ادارے اور فیکٹریاں بند یا ملک سے باہر منتقل ہوگئیں، اور اس کے نتیجہ میں ملک کتنا پیچھے اور تنزلی میں چلا گیا، یہ ایک مستقل داستان ہے۔

ان حالات میں قومی اور عوامی مشکلات اور مصائب ایک لازمی بات ہے، گرمی کی شدت میں بجلی کی طویل ترین لوڈشیڈنگ قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں، خاص کر اس شہری زندگی میں جہاں لوگ تنگ وتاریک رہائشی علاقوں میں آباد ہیں، اور وہاں فطری ہوا کی آمد ورفت بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ اور مہنگائی کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے عوامی ردِّعمل کے طور پر مختلف احتجاجات اور ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے، لیکن ان احتجاجات اور ہڑتالوں کا کوئی خاطرخواہ نتیجہ سامنے آتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، عارضی طور پر چند دنوں کے لئے عوام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے لوڈشیڈنگ کے دورانیہ کو کم کر کے کسی دوسرے علاقہ میں اضافہ کردیا جاتا ہے، اور جب اس علاقہ میں عوامی دباؤ بڑھتا ہے، تو اس کا رخ کسی اور علاقہ کی طرف موڑ دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ مسائل کا کوئی مستقل حل نہیں۔

دوسری طرف ہمارے یہاں کے مروجہ احتجاج اور ہڑتالوں کے ماحول میں عوامی لوٹ مار اور سرکاری وغیر سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا بھی کم وبیش لازمی روایت بن گئی ہے۔

اپنے جذبات کے نہ صرف اظہار بلکہ اس کے استعمال اور غم وغصہ کی تسکین کا آسان ترین ذریعہ بہت سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ایسے مواقع پر توڑ پھوڑ کی جائے، لوٹ مار کر کے ناجائز طریقہ سے مال بٹورا جائے، اس حیثیت سے ملک وملت کے دشمن، شرپسند عناصر اور چور ڈاکوؤں کے لئے ہڑتال اور احتجاج کا

موقع ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتا، اور اس کے نتیجہ میں عوامی مشکلات میں کمی کے بجائے دوسرے طریقوں سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ تو اس قسم کی ہڑتال اور احتجاج کے دوران اپنی جان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اور بہت سے لوگ لوٹ مار، جلاؤ اور گھیراؤ کی زد میں آ کر ہاتھ پاؤں سے ہمیشہ کے لئے معذور واپاہج ہو جاتے ہیں، یا احتجاجیوں کے ہاتھوں اپنا چلتا کاروبار، پراپرٹی گنوا کر بیٹھے بٹھائے درماندہ و تہی دست ہو جاتے ہیں، اور غربت و تنگ دستی کے غار میں جا گرتے ہیں۔

چنانچہ بعض لوگوں کے چلتے کاروبار لوٹ مار اور جلاؤ گھیراؤ کے نتیجہ میں بند ہو جاتے ہیں، کتنی گاڑیاں اور کتنی دوکانیں نذرِ آتش کر دی جاتی ہیں، اور وہ غریب طبقہ جو روزانہ کی بنیادوں پر محنت مزدوری کر کے اپنا چولہا گرم رکھنے کے قابل ہوتا ہے، مزدوری اور دہاڑی نہ لگنے سے فاقہ کشی تک پہنچ جاتا ہے۔

جہاں تک احتجاج اور ہڑتال کے دوران سرکاری املاک کی تباہی کی بات ہے، تو یہ اور بھی زیادہ سنگین معاملہ ہے، کیونکہ سرکاری املاک کسی حکومت یا حکمران کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتیں، بلکہ اس کے ساتھ ملک کے تمام باشندوں کا حق وابستہ ہوتا ہے، جس میں لاکھوں نہیں کروڑوں افراد شامل ہوتے ہیں، اور سرکاری املاک میں عوام کے خون پسینہ کی محنت شامل ہوتی ہے، بلکہ ان مقدس ہستیوں کا خون بھی شامل ہوتا ہے، جو وطنِ عزیز کے حصول کے لئے جان کا نذرانہ پیش کر گئیں، اور جامِ شہادت نوش کر گئیں، اس لئے سرکاری املاک کی تباہی یا لوٹ مار کی معافی یا تلافی کوئی آسان کام نہیں۔

ایسے شر پسند عناصر کے خلاف آواز بلند کرنا اور مؤثر کارروائی کرنا انتہائی ضروری ہے، اور ایسے مواقع پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا چپ سادھنا سنگین جرم ہے۔

جب ہم ملک میں بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کے اسباب اور اس کے حل پر غور کرتے ہیں، تو اس میں حکمران اور عوام دونوں ہی طبقوں کا ہاتھ نظر آتا ہے۔

حکمرانوں کی نااہلی اور بجلی و گیس پیدا کرنے والے اداروں کے واجبات ادا نہ کرنا وغیرہ جیسے مسائل تو اپنی جگہ ہیں، لیکن جب کسی جگہ ڈیم بنانے کا مسئلہ آتا ہے، تو اس میں متعلقہ علاقوں کے عوام کا رکاوٹ ڈالنا، اور قومی وسیع تر مفادات کے مقابلہ میں ذاتی مفادات کو آڑ بنانا کسی طرح بھی عقلمندی نہیں، اس کے علاوہ عوامی دنیا میں بجلی اور گیس کا بے جا استعمال اور ضیاع بھی ہمارے معاشرہ کا حصہ بن گیا ہے، اور یہ بجلی

وگیس کی قلت کا بڑا سبب ہے، جس کا ہم بارہا تذکرہ کر چکے ہیں۔

تیسری طرف بجلی اور گیس کے متعلقہ محکمہ کے افسرانِ بالا بھی جرم سے بری نہیں ہیں، کیونکہ ان کی طرف سے محکموں کو حاصل ہونے والی آمدنی اور املاک کے بے جا استعمال اور خرد برد اور اپنی جیبیں بھرنے کا سلسلہ اتنا طویل اور شرمناک اور اس کی داستان اتنی دردناک وہولناک ہے کہ سن کر رونگھٹے کھڑے ہوجائیں۔

اگر چور بازاری اور کرپشن نہ ہوتو واپڈا اور سوئی گیس کے اداروں کو عوامی بلوں کی شکل میں حاصل ہونے والی آمدنی کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ یہ محکمے دوسرے محکموں پر بوجھ ہونے کے بجائے دوسرے کئی محکموں کی کفالت کا بھی فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں، لیکن ان محکموں کے افسرانِ بالا کا شاہی خرچ اور خرد برد، اور بڑے بڑے سرمایہ کاروں کے ساتھ مل کر ساز باز کرنا اور بجلی وگیس کی بھاری مقدار کے استعمال کا معاوضہ لینے کی بجائے رشوت اور ماہانہ وسالانہ بھتہ لے کر اپنی جیبوں کو بھر لینا اس راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

اس لئے اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ان محکموں کے نظام کو صاف وشفاف بنایا جائے، اور بددیانتی کرنے والے افسران کو معزول کر کے ان کے خلاف مؤثر تادیبی کارروائی کی جائے۔

آخر میں عوامی دنیا کو اس مسئلہ کے اہم ترین اور دیرپا حل کے لئے ہماری ذاتی تجویز یہ ہے کہ بار بار سڑکوں پر نکلنے اور ہڑتال واحتجاج کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ انتخابات کے موقع پر اپنے ووٹ کا استعمال اور حتی الامکان صحیح استعمال کیا جائے، کیونکہ موجودہ دور میں حکمرانوں کے انتخاب، ان کی تبدیلی کا ظاہری طریقہ اور ذریعہ مروجّہ انتخاب ہی ہے، جس میں ملک کے تمام رائے دینے کے اہل باشندے مل کر ایسی تبدیلی کا اختیار رکھتے ہیں کہ اس طرح کی تبدیلی نہ تو ہڑتالوں سے حاصل ہوسکتی، اور نہ احتجاجوں سے۔

لہٰذا ملک کا ہر رائے دینے کا اہل باشندہ انتخابات کے موقع پر اپنے ووٹ کا لازمی اور ممکنہ حد تک صحیح استعمال کرے، اور نااہل لوگوں کے لئے اس میدان کو آزاد نہ چھوڑے، تو ہمارے خیال میں دیرپا اور مؤثر تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے۔

مگر افسوس ہے کہ ہمارے یہاں دینی ذہن رکھنے والا ایک بڑا مقتدر طبقہ ہمیشہ سیاسی انتخابات میں عوام کے حصہ لینے کو جرم باور کراتا رہا ہے، جس کے نتیجہ میں اکثر عوام الناس ووٹ کے استعمال ہی کو جرم سمجھنے لگے ہیں، اور وہ انتخابات کے دن اپنے گھروں میں بیٹھ کر چھٹی مناتے ہیں، اور پانچ سال یا اس سے کم وبیش عرصہ کے لئے حکمرانوں کے خلاف زبان درازی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

(سورہ بقرہ قسط۹۳، آیت ۱۷۳) مفتی محمد رضوان

مُردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی حرمت

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ (۱۷۳)

ترجمہ: بس (اللہ نے) حرام کیا تم پر مُردار کو اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو (۱۷۳)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے چند چیزوں کی حرمت کو بیان فرمایا، جن میں ایک چیز تو مُردار ہے، دوسرے خون ہے، اور تیسرے خنزیر کا گوشت ہے۔

اور آخر میں چوتھی چیز جو بیان کی گئی وہ ہے کہ جس پر غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو، اس کا ذکر بعد میں آتا ہے۔

قرآن مجید میں اور کئی مقامات پر بھی ان چیزوں کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة النحل آيت ۱۱۵)

ترجمہ: بس تمہارے اوپر حرام کر دیا گیا ہے، مُردار اور خون، اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، پس جو شخص مضطر ہو جائے، باغی نہ ہو اور نہ زیادتی کرنے والا ہو، تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے (سورہ نحل)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ (سورة المائدة آيت ۳)

ترجمہ: تمہارے اوپر حرام کر دیا گیا ہے، مُردار اور خون، اور خنزیر کا گوشت اور جس پر غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو (سورہ مائدہ)

مُردار اور خون کا حکم

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں پہلی چیز جس کو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ میتۃ ہے، جس کو اردو زبان میں مردار

کہا جاتا ہے۔

دوسری چیز خون ہے، اور سورہ انعام میں خون کے ساتھ ''مسفوح'' کی قید بھی لگائی گئی ہے، اور ''مسفوح'' بہتے ہوئے کو کہا جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا (سورة الانعام آيت ١٤٥)

ترجمہ: مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو (سورہ انعام)

اور جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، اس میں بھی جانور کے اندر سے شرعی طریقہ پر دمِ مسفوح یعنی بہتے ہوئے خون کو خارج کیا جاتا ہے، اور اگر جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا جائے، اور وہ شرعی طریقہ پر ذبح کئے بغیر فوت ہو جائے، تو یہ میتہ اور مردار کہلاتا ہے، جو کہ حرام ہے، خواہ وہ ایسا جانور کیوں نہ ہو، جس کو ذبح کر کے کھانا جائز تھا، جیسا کہ اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ:سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ:إِنَّ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ، فَقِيْلَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ:لَا، هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ:قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ، ثُمَّ بَاعُوْهُ، فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ (بخارى، رقم الحديث ٢٢٣٦، باب بيع الميتة والأصنام)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کے سال جبکہ آپ مکہ میں تھے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی، اور مُردار کی، اور خنزیر کی اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا ہے؛ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی مُردار کی چربی کے بارے میں کیا رائے ہے جس کو کشتیوں (اور جہازوں) پر مَلا جاتا ہے، اور اس سے کھالوں پر روغن چڑھایا جاتا ہے، اور لوگ اس کے ذریعہ سے چراغ جلاتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، وہ حرام ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ

اللہ یہود کو ہلاک کرے، اللہ نے جب ان پر مُردار کی چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچنا شروع کیا اور پھر اس کی قیمت کو کھانے لگے (بخاری)

جس طرح مُردار کی خرید وفروخت حرام ہے، اسی طرح خون کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔

چنانچہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۵۸۵۲، واللفظ لہٗ، بخاری، رقم الحدیث ۲۰۸۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت سے منع فرمایا (ابنِ حبان، بخاری)

اور اضطراری اور مجبوری کی حالت کے احکام الگ ہیں، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

البتہ احادیث میں دو مُردار اور دو خونوں کا حلال ہونا بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحِلَّتْ لَكُمْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ (ابنِ ماجۃ، رقم الحدیث ۳۳۱۴، کتاب الاطعمۃ، باب الکبد والطحال)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کردیئے گئے ہیں، دو مردار تو مچھلی اور ٹڈی ہیں، اور دو خون جگر اور تلی ہیں (ابنِ ماجہ)

ٹڈی ایسا جانور ہے کہ جس میں خون نہیں ہوتا، اس لئے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا جانا ممکن نہیں، اس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ دوسرے ان جانوروں کی طرح حرام ہوتی، جن میں خون نہیں ہوتا، لیکن اس کو حلال قرار دیا گیا۔

اور مچھلی میں بھی حقیقی خون نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے مچھلی کا خون حلال و پاک ہے، اس لئے اس کا بھی شرعی طریقہ پر ذبح کیا جانا ممکن نہ تھا، ٹڈی کی طرح اس کو بھی حلال قرار دیا گیا ہے۔

مُردار کی کھال کا حکم

کھال کا حکم گوشت کی طرح ہے، لہٰذا جس طرح مُردار کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کی کھال بھی حرام ہے، لیکن جب مردار کی کھال کو دھوپ میں سکھا کر یا نمک وغیرہ لگا کر دباغت دے دی جائے، جس سے وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہوجائے، تو شریعت نے اس طرح کی دباغت کے بعد مردار کی کھال کے پاک

ہو جانے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً، أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا؟ قَالُوْا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا (بخاری، رقم الحديث ۱۴۹۲، باب الصدقة على موالى أزواج النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری پائی، جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی کو صدقہ میں دی گئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کھال سے تم لوگوں نے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا، لوگوں نے عرض کیا وہ تو مردار تھی، آپ نے فرمایا، حرام تو مردار کا کھانا ہے (نہ کہ اس کی کھال کو دباغت دے کر کام میں لانا) (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ شَاةٌ أَوْ دَاجِنَةٌ لِإِحْدٰى نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا، أَوْ مَسْكِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۳۴۶۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی کی بکری یا بکری کا بچہ تھا، جو کہ مر گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال سے یا اس کی کھال کو روک کر (اور دباغت دے کر) فائدہ کیوں نہیں اٹھایا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ (ترمذی، رقم الحديث ۱۷۲۸، باب ما جاء فى جلود الميتة إذا دبغت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چمڑے کو دباغت دے دی جائے، وہ پاک ہو جاتا ہے (ترمذی)

حضرت سلمہ بن محبق ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دِبَاغُ الْأَدِيمِ ذَكَاتُهُ (مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم الحدیث ۱۳۳۹)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چمڑے کی دباغت اس کی ذکاۃ (یعنی اس کو پاک وذبح کردینا) ہے (ابوداؤد طیالسی)

خنزیر کا گوشت

مذکورہ آیت میں تیسری چیز جو حرام قرار دی گئی ہے، وہ خنزیر کا گوشت ہے۔

خنزیر کو اردو زبان میں سُور کہا جاتا ہے، اور انگریزی زبان میں اس کو ”Pig یا Hog“ کہا جاتا ہے، اور ”swine“ اور ”porker“ بھی کہا جاتا ہے۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۵)

ترجمہ: مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے (سورہ انعام)

سورہ انعام کی مذکورہ آیت میں خنزیر کے لئے رجس کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنیٰ ناپاکی کے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خنزیر نجس العین ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام اجزاء ناپاک وحرام ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے سال میں مکہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ (سنن النسائی رقم الحدیث ۴۶۸۳)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی، اور مردار کی، اور خنزیر کی اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ خنزیر کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ (بخاری، حدیث نمبر ۲۰۷۰، بَاب كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ، مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں میری جان ہے، عنقریب ضرور بالضرور تمہارے اندر عیسیٰ بن مریم عادل حکمران کی حیثیت سے نازل ہوں گے، جو کہ صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے، اور ٹیکس کو ختم کریں گے، اور مال کی دادودہش کثرت سے کریں گے، یہاں تک کہ ان سے لینے والا کوئی نہ ہوگا (بخاری)

اس سے خنزیر کا حرام ہونا معلوم ہوا، کیونکہ خنزیر کو قتل کرنے کی وجہ یہی ہوگی کہ اس کو پالا نہ جائے، اور اس کا گوشت نہ کھایا جائے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر اور صلیب حرام ہے، اسی لئے وہ اپنی طرف نسبت کرنے والے لوگوں کی تردید کے لئے صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عیسائیوں کے موجودہ اختراعی مذہب کو باطل قرار دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَثَمَنَهٗ (سنن أبى داود، باب فِى ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے، اور مردار اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے، اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے (ابوداؤد)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

أَنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُوْنَ فِىْ قُدُوْرِهِمُ الْخِنْزِيْرَ وَيَشْرَبُوْنَ فِىْ آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا وَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا

فَارْحَضُوْهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا (سنن أبی داود، باب الأكل فی آنية أهل الكتاب)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اہلِ کتاب کے ساتھ ہوتے ہیں، اور وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں، اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو ان کے برتنوں کے علاوہ میسر ہو، تو انہی میں کھاؤ پیو، اور اگر تم کو ان کے برتنوں کے علاوہ میسر نہ ہو، تو تم ان کو پانی سے دھولو، اور ان ہی میں کھا پی لو (ابوداؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيْرِ، فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ (مسلم، رقم الحديث ۲۲۶۰ "۱۰")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نردشیر (شطرنج کی طرح کا کھیل) کھیلا، تو اس نے گویا کہ اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ خنزیر کا گوشت صرف حرام ہی نہیں، بلکہ ناپاک بھی ہے۔

خنزیر کے نجس العین ہونے کی وجہ سے اس کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک نہیں ہوتی۔

مذکورہ حکم تو خشکی کے خنزیر کے بارے میں ہے، جہاں تک دریائی خنزیر کا معاملہ ہے، تو بعض فقہاء اس کو بھی حرام کہتے ہیں، جبکہ بعض فقہاء اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔

اور موجودہ ماہرین نے دریائی خنزیر کو "Porpoise" کا نام دیا ہے، اور اس کو "دلفین" "Dolphin" کے قبیل سے قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] الخنزير البحری: سئل مالک عنه فقال أنتم تسمونه خنزيرا يعنی أن العرب لا تسميه بذلک لأنها لا تعرف فی البحر خنزيرا والمشهور أنه الدلفين. قال الربيع سئل الشافعی رضی الله عنه عن خنزير الماء فقال: يؤكل وروى أنه لما دخل العراق قال فيه حرمه أبو حنيفة وأحله ابن أبی ليلى وروى هذا القول عن عمر وعثمان وابن عباس وأبی أيوب الأنصاری وأبی هريرة رضی الله تعالى عنهم والحسن البصری والأوزاعی والليث، وامتنع مالک أن يقول فيه شيئا وأبقاه مرة أخرى على جهة الورع وحكى ابن أبی هريرة عن ابن خيران أن أكارا صاد له خنزير ماء وحمله إليه فأكله، وقال كان طعمه موافقا لطعم الحوت سواء، وقال ابن وهب سألت الليث بن سعد عنه فقال إن سماه الناس خنزيرا لم يؤكل لأن الله حرم الخنزير (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰ ص۳۸، مادة "خنزير")

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

S احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت

احادیث میں والدین کے بعد بہن کو اور بھائی کو اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ داروں کو صلہ رحمی کے رشتوں میں ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان پیدائش کے فوراً بعد ازدواجیت اور اولاد کے رشتوں سے منسلک ہونے کے بجائے بہن بھائیوں کے رشتہ سے منسلک ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنْتَهَيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: بَرَّ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۲۴۵، واللفظ لہٗ؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۴۹۵)[۱]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے آپ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اور اپنے والد کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے، پھر جو آپ سے قریب تر ہو، جو آپ سے قریب تر ہو (حاکم؛ مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ پہلے والدہ کے ساتھ اور پھر والد کے ساتھ اور اس کے بعد بہن اور بھائی کے ساتھ اور پھر دوسرے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے۔

حضرت کلیب بن منفعہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّکَ، وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ، وَأَخَاکَ، وَمَوْلَاکَ الَّذِيْ يَلِيْ ذَاکَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُوْلَةٌ (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۱۴۰، باب فی بر الوالدين؛ الادب المفرد

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

وقال الالبانی: أخرجه الحاكم وأحمد ۲/۲۲۶ وسنده صحيح (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۳۸۷، باب زكاة الفطر)

للبخاری، رقم الحدیث ۴۷، باب وجوب وصلة الرحم) [1]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ، اور اپنے والد کے ساتھ، اور اپنی بہن کے ساتھ، اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور اپنے آزاد کرنے والے (یعنی آقا و مالک) کے ساتھ جس کا حق واجب ہے اور جس سے رشتہ داری ہے (ابوداؤد؛ الادب المفرد)

اور حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقُوْلُ: أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۸۴) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن، اور اپنے بھائی کے ساتھ، پھر جو آپ کے قریب تر (رشتہ دار) ہو، اُس کے ساتھ (صلہ رحمی کریں) (طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۴۰۵) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر (یعنی خرچ کرنے) والا ہاتھ افضل ہے، نیچے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں،

---

[1] قال الصنعانی: رواه أبو داود ورجال إسناده لا بأس بهم وذكره البخاری فی "تاريخه الكبير تعليقًا (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار، للصنعانی، تحت رقم الحديث ۴۶۹۷، ابواب النفقات)

وقال الالبانی: أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد (۴۷)"وأبو داود(۵۱۴۰)ورجاله ثقات غير كليب هذا ،فلم يوثقه غير ابن حبان،وفی التقريب أنه مقبول (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ۳۸۷، باب زكاة الفطر)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن أحمد بن حنبل وهو ثقة ثبت (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۴۰۸، كتاب البر والصلة، باب ما جاء فی البر وحق الوالدين)

[3] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۶۶۴، باب فی نفقة الرجل على نفسه وأهله وغير ذلك)

جن کی آپ کفالت کریں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، وَإِنِّيْ مُوْسِرٌ، وَإِنَّ لِيْ أُمًّا وَأَبًا وَأُخْتًا وَأَخًا وَعَمًّا وَعَمَّةً وَخَالًا وَخَالَةً، فَأَيُّهُمْ أَوْلٰى بِصِلَتِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (شعب الایمان، رقم الحديث ۷۴۵۸، بر الوالدين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک گاؤں والا آدمی ہوں، اور میں مال دار ہوں، اور میری ماں، اور باپ اور بہن اور بھائی اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ ہیں، تو اُن میں سے میری صلہ رحمی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ اور آپ کا والد اور آپ کی بہن، اور آپ کا بھائی، اور آپ سے قریب تر اور قریب تر (درجہ بدرجہ رشتہ دار) (بیہقی)

اور حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يَدُ الْمُعْطِيْ الْعُلْيَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (سنن نسائی، رقم الحديث ۲۵۳۱، بَاب أَيَّتُهُمَا الْيَدُ الْعُلْيَا، واللفظ لهٗ؛ صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۳۴۱، مستدرک حاکم، مسند البزار) [1]

ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں، جن کی آپ کفالت کریں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (نسائی)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه. وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح (حواله بالا)
وقال الهيثمی: رواه البزار وذكر باسانيد أخر عن الاسود بن ثعلبة قال مثله ورجالهما ثقات ورجال الاول رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۳ ص ۹۸، باب فی اليد العليا ومن أحق بالصلة)
وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (ابنِ حبان، حواله بالا)

بعض روایات میں بڑے بھائی کے درجہ کو والد کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ [1]

مگران روایات کی سند کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أُخْتَانِ، فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُمَا

---

[1] عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": حَقُّ كَبِيرِ الْإِخْوَةِ عَلَى صَغِيرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ " (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۵۵۳، برالوالدین؛ المراسیل لابی داؤد، رقم الحدیث ۴۸۷)

عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :حَقُّ كَبِيرِ الْأُخْوَةِ عَلَى صَغِيرِهِمْ، كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ (تاریخ اصبهان، ج ۱، ص ۱۵۸)

[2] قال العراقی: أخرجه أبو الشيخ ابن حبان فی كتاب الثواب من حديث أبی هريرة ورواه أبو داود فی المراسيل من رواية سعيد بن عمر وبن العاص مرسلا ووصله صاحب مسند الفردوس فقال عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن أبيه عن جده سعيد بن العاص وإسناده ضعيف (تخريج أحاديث الإحياء، ج۵، ص۵۴)

وقال الالبانی: حق كبير الإخوة على صغيرهم، كحق الوالد على ولده ."ضعيف.رواه أبو نعيم فی "أخبار أصبهان(۱/۱۲۲)"عن أحمد بن محمد بن إبراهيم :حدثنا محمد بن مشكان حدثنا عبد الرحمن بن أيوب حدثنا الوليد بن مسلم عن الأوزاعی عن عطاء عن أبی هريرة مرفوعا. أورده فی ترجمة أحمد هذا،ويكنى أبا عمرو الأبرش، وقال " :توفی فی جمادى الآخرة سنة ثلاث وثلاثين وثلاثمائة، كان أديبا فاضلا حسن المعرفة بالحديث ."قلت :ومحمد بن مشكان لم أعرفه .وعبد الرحمن بن أيوب، لعله السكونی الذی يروی عن العطاف بن خالد،قال الذهبی فی "الضعفاء " :"ضعيف ."وقد خالفه داود بن رشيد الثقة، فقال :حدثنا الوليد بن مسلم عن محمد بن السائب البكری قال :سمعت سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره .قلت :وهذا مرسل ، ومحمد بن السائب البكری لم أعرفه، لكنی أخشى أن يكون (البكری) محرفا من)الكلبی) ، فإن محمد بن السائب الكلبی من هذه الطبقة، فإن يكن هو، فهو كذاب.ثم رجعت إلى "مراسيل أبی داود "المخطوطة (ق ۱/۲۵) ، فرأيت الحديث قد سقط طرف إسناده الأول، وبقی منه قوله " :حدثنا محمد بن السائب البكری عن أبيه عن سعيد بن عمرو ." فزاد فی السند " :عن أبيه ."فانكشفت لی علته، وتحقق ما خشيته من التحريف، وتبين أن (البكری) مصحف من (النكری) ، فقد قال الذهبی فی "الميزان " :"السائب النكری والد محمد، لا يعرف ."وأقره الحافظ فی "التهذيب "، وصرح فی "التقريب "بأنه " :مجهول ." وأشار فيهماإلى أنه من رجال أبی داود فی "المراسيل ."ثم رجعت إلى ترجمة محمد بن السائب النكری فی "الميزان "، فإذا به يقول " :شويخ للوليد بن مسلم، قال الأزدی :يتكلمون فيه، وقال الخطيب :هو الكلبی، وقد غلط من جعلهما اثنين ." قلت :كأنه يشير إلى ابن حبان، فإنه أورد هذا فی "الثقات (۷/۴۳۵)"وأورد الكلبی فی "الضعفاء "، انظر ما علقته عليه فی كتابی الجديد "تيسير الانتفاع ."والحديث قال العراقی فی "تخريج الإحياء(۲/۱۹۵)" رواه أبو الشيخ فی "كتاب الثواب "من حديث أبی هريرة، ورواه أبو داود فی "المراسيل "من رواية سعيد بن عمرو بن العاص مرسلا، ووصله صاحب "مسند الفردوس "فقال :عن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص عن أبيه عن جده سعيد بن العاص، وإسناده ضعيف ."قلت :ووصله البيهقی أيضا فی "شعب الإيمان "كما فی "المشكاة(۴۹۴۶)"ثم رأيت الحديث فی "مسند الفردوس (۲/۸۷،۸۸)"فإذا هو من طريق البكری المذكور، والظاهر أن البيهقی رواه من طريقه (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السیء فی الأمة، تحت رقم الحديث ۱۸۷۸)

مَا صَحِبَتَاهُ، دَخَلَ بِهِمَا الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۰۴) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ جب تک اس کے پاس رہیں، ان سے اچھا سلوک کرتا رہے تو وہ ان دونوں کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائے گا (مسند احمد)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ، اِتَّقَى اللّٰهَ فِيْهِنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ حَتّٰى يَبِنَّ أَوْ يَمُتْنَ، كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۹۹۱) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، وہ ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، یہاں تک کہ وہ (نکاح وغیرہ ہو جانے کی وجہ سے) مستغنی ہو جائیں یا وہ فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی (مسند احمد)

اور حضرت انس یا کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ أَخَوَاتٍ، حَتّٰى يَبِنَّ أَوْ يَمُوْتَ عَنْهُنَّ، كُنْتُ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۴۹۸) ۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں یا تین بیٹیوں کی کفالت کی یا دو بہنوں یا تین بہنوں کی کفالت کی، یہاں تک کہ وہ مستغنی ہو گئیں (یعنی اُن کا نکاح ہو گیا یا وہ فوت ہو گئیں) یا وہ آدمی خود اُن کو چھوڑ کر فوت ہو گیا تو میں اور وہ آدمی اس طرح سے قریب قریب ہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی اُنگلی سے اشارہ کر کے بتلایا (مسند احمد)

---

۱ فی حاشية مسند احمد: حسن بشواهده.

۲ فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

۳ فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ بہنوں کی کفالت کر کے اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے عظیم الشان فضائل ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ : إِنَّ أُخْتِيْ قَدْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (بخاری، رقم الحديث ٦٦٩٩، باب من مات وعليه نذر)

ترجمہ: ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (ومنت) مانی تھی، اور وہ فوت ہوگئی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے، اُس آدمی نے کہا کہ بے شک؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادائیگی کے زیادہ مستحق ہیں (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ : أَخٌ لِيْ - أَوْ قَرِيْبٌ لِيْ - قَالَ : حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ (ابوداؤد، رقم الحديث ١٨١١)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! شبرمہ کی طرف سے لبیک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا (یہ کہا کہ) کہ میرا عزیز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اپنا حج کرلیا ہے؟ تو اُس نے عرض کیا کہ نہیں؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج کیجئے، پھر آپ شبرمہ کی طرف سے حج کیجئے (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ بہن بھائی کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کی عبادت کی نذر ومنت کو پورا کرنا اور اپنے فرائض پورے کرنے کے بعد اُن کے لئے حج وغیرہ کی شکل میں نیک اعمال کر کے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے۔

مقالات ومضامین (جنت اوراس کی بہاریں:قسط۱) مفتی محمد امجد حسین

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں، دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہگذر یہ دنیا ہے تیری بستی نہیں، جائے عیش وعشرت ومستی نہیں

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (سورۃ البقرۃ ۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہوجاؤ گے (البقرۃ)

وضاحت...... جنت عربی کا لفظ ہے، اس لفظ کے معنیٰ باغ کے ہیں، ایسا باغ کہ گنجان وشاداب ہونے کی وجہ سے اس کے درخت زمین کو چھپالیں۔ [۱]

---

[۱] چھپانے، ڈھانپنے اور پوشیدہ کرنے کا مفہوم عربی میں ''ج'' اور ''ن'' کے مادے کا خاصہ یا لازمہ ہے، اس وجہ سے عربی میں ''ج، ن'' کے مادے سے ترکیب اور تشکیل پانے والے الفاظ میں یہ مفہوم بالعموم پایا جاتا ہے، جیسے جنون، کہ جنون کی حالت اور کیفیت دماغ کو ڈھانپ لیتی ہے، عقل وسمجھ پہ پردہ ڈال دیتی ہے۔
جنین: ماں کے رحم میں موجود بچے کو کہا جاتا ہے، کیونکہ رحمِ مادر نے اس کو ہر طرف سے چھپایا اور ڈھانپا ہوتا ہے۔
جن: آگ سے پیدا ہونے والی مخلوق جو اپنے وجود کی لطافت کے سبب انسانی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے، باغ کے درخت، پودے، سبزہ، پھول وغیرہ بھی اپنی شادابی وگنجانی کے سبب نیچے سطح زمین کو دیکھنے والے کی نظروں سے پوشیدہ کردیتے ہیں، اس لیے باغ کو بھی عربی میں جنت کہا جاتا ہے۔
جُنّۃ: ڈھال کو کہتے ہیں جو آدمی کو دشمن کی تلوار اور وار سے پوشیدہ ومحفوظ کرلیتا ہے۔
قرآن میں ہے:
اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (المجادلۃ ۱۶)
ترجمہ: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا اور (لوگوں کو) خدا کے راستے سے روک دیا ہے سو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔
جنت کی جمع جنّٰت (جنّات) آتی ہے، دنیوی باغات کو بھی قرآن نے جابجا جنت ہی کے نام سے یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:
أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (البقرہ ۲۶۶)
ترجمہ: بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس آیت کے قابلِ ذکر نکات یہ ہیں:

(۱)......انسانوں کا شجرۂ تخلیق اور شجرۂ نسب حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام تک پہنچتا ہے، اور ان سے نسلِ انسانی کا آغاز ہوتا ہے، آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے، اپنے دستِ قدرت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے؟ اس طرح خدا تم سے اپنی آئتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم سوچو۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ(البقرہ ۲۶۵)

ترجمہ: اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ(القلم ۱۷)

ترجمہ: ہم نے ان لوگوں کی اس طرح آزمائش کی ہے جس طرح باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ لیں گے۔

جنت کو جنت کہنے کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ وہ باغ کی طرح سرسبز وشاداب، پھولوں، پھلوں، پیڑ پودوں، نہروں، چشموں، انواع واقسام کے پرندوں اور ان کی چہچہاہٹ ونغمہ سرائی سے معمور ہوگا، اور وہاں سدا باغ وبہار کا عالم ہوگا لیکن دنیا کے ان باغات سے صوری وظاہری مشابہت کے باوجود اس کی حقیقت، وسعت، کاملیت وافضلیت بدر جہا بہتر اور وراء الوراء ہوگی کہ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک شاید اس صوری اور ظاہری مشابہت کی وجہ سے اہل جنت کو وہاں پھول پھل اور میوے دیکھ کر دنیا کے میووں اور ثمرات سے اشتباہ ہوجائے گا، حالانکہ وہاں کے میووں اور سب سدا بہار نعمتوں کی حقیقت کا کچھ اور ہی عالم ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید میں اہل جنت کے اس اشتباہ کا ذکر آیا ہے:

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا(البقرہ ۲۵)

ترجمہ: جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائیگا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے۔

دوسری وجہ جنت کو جنت کہنے کی حضراتِ مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ جنت کا اصل مادہ چونکہ ڈھانپنے، چھپانے، مستور و پوشیدہ ہونے کے معنی میں آتا ہے تو جنت اور اس کی نعمتیں دنیا کی زندگی میں مستور و پوشیدہ ہیں، اس لیے ان نعمتوں اور نعمتوں کے اس مقام کو جنت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سميت الجنة اما تشبيها بالجنة فى الارض و ان كان بينهما بون و اما لسترة نعمها عنا (المفردات للراغب ذيل ماده)

اور ایک تیسری وجہ یہ بھی سمجھ آتی ہے جنت کو، جنت کہنے کی، کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

عن أبى هريرة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :حجبت النار بالشهوات، وحجبت الجنة بالمكاره(بخارى، رقم الحديث ۶۴۸۷)

یعنی جنت کو مجاہدات اور نا گواریوں سے ڈھانپ لیا اور چھپایا گیا ہے۔

جنت میں لے جانے والے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بجا آوری طبیعت پر شاق اور نا گوار گزرتی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے تخلیق وڈیزائن کیا، بنایا، وجود بخشا، اور اپنی روح سے ان میں روح پھونک کر زندگی وحیات بخشی، اور حیات کے سارے تقاضے ولوازمات ان کو عطا فرمائے، اور اپنی حیات کے علاوہ بھی صفات میں سے کئی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ جنت کے اور بھی کئی نام ہیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں، ان میں سے چند (قرآنی) نام یہ ہیں۔

(ا) دار السلام:

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الانعام ۱۲۷)

ترجمہ: ان کیلئے ان کے اعمال کے صلے میں پروردگار کے ہاں سلامتی کا گھر ہے

وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ (یونس آیت ۲۵)

ترجمہ: اور خدا سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

یہ نام جنت کے لیے مناسب وموزوں ہونا ظاہر ہے کہ وہاں ہر طرح کی آفات، بلیات، مصائب، تکلیفوں، ناگواریوں، محتاجیوں، فقر و فاقہ، دکھ، بیماریوں، زوال، فنا موت وغیرہ سب چیزوں سے سلامتی حاصل ہوگی، اور اس کی وجہ سے جنتیوں کا آپس میں بھی اور فرشتوں سے آمنا سامنا وملاقات ہونے میں بھی سلام ہی کا لفظ ہر وقت زبان پہ جاری ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اہل جنت پر سلام کہا جائے گا جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے:

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (یونس آیت ۱۰)

ترجمہ: اور آپس میں انکی دعا السلام علیکم ہوگی۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا. إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (الواقعة، آیت ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: وہاں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گالی گلوچ، ہاں ان کا کلام سلام سلام (ہوگا)۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ (یس آیت ۵۸)

ترجمہ: پروردگار مہربان کی طرف سے سلام (کہا جائے گا)۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (سورة الرعد، آیت ۲۳)

ترجمہ: (یعنی) جو ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہونگے اور ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی (بہشت میں جائیں گے) اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے انکے پاس آئینگے، سلامتی ہو تم پر بسبب تمہارے صبر کے۔

(ب) دار المقامہ (ٹھہراؤ والی جگہ یا ہمیشہ رہنے کے لائق جگہ جہاں سے منتقل نہ ہوں گے)

الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ (فاطر آیت ۳۵)

ترجمہ: جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے گھر اتارا یہاں نہ تو ہم کو رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تکان ہی ہوگی۔

(ج) جنت الماوی (ٹھکانہ بننے والی یا ٹھکانہ بنانے کے لائق جگہ)

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى (النجم ۱۵)

ترجمہ: اسی کے پاس رہنے کی جنت ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى (النازعات ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور دل کو خواہشوں سے روکتا رہا، اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

(د) جنت عدن (عدن کے باغات)

جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا (مریم ۶۱)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

صفات کا حامل انسان کو بنایا، جیسے سماعت، بصارت، تکلم، ادراک، علم، ارادہ، قدرت، اللہ تعالیٰ نے ان صفات میں سے انسان کو حصہ عطا فرمایا، قرآن میں مختلف مواقع پر ان مختلف صفات کے حامل ہونے کے باوجود اللہ کی قدرتوں کو دیکھ بھال کر، سمجھ کر، اللہ پر ایمان لانے سے محروم وغافل ہونے پر ایسے انسانوں کی مذمت فرمائی۔

اس آیت سے مادہ پرست، دھریین جو انسان کے آغاز کو محض ارتقاء کا کرشمہ مانتے ہیں، یا بخت واتفاق سے مادہ میں ترکیب وتشکیل ہو کر انسانوں اور باقی مخلوقات کے وجود میں آنے کے قائل ہیں، ان کا رد ہو گیا، اسی طرح ہندوؤں کے تناسخ کا بھی ابطال ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ تمام مخلوقات بشمول انسان مختلف جنم میں مختلف صورتوں میں سامنے آتے ہیں یہ سلسلہ قدیم سے جاری ہے اور اسی طرح جاری رہے گا۔ (جاری ہے......)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ترجمہ: (یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا خدا نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے (اور جو کوئی آنکھوں سے) پوشیدہ (ہے) بیشک اس کا وعدہ (نیکوکاروں کے سامنے) آنے والا ہے۔

(ہ) دارالحیوان (ہمیشہ زندہ وباقی رہنے والا گھر)

وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (عنکبوت ۶۴)

ترجمہ: اور اصل زندگی تو دار آخرت (کی زندگی) ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

(و) الفردوس:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (الکھف ۱۰۷)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے ان کے لئے بہشت کے باغ مہمانی ہوں گے۔

(ز) جنت النعیم (نعمتوں سے لبریز باغات)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ (لقمان ۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں۔

(ح) المقام الامین (امن وسلامتی والا ٹھکانہ)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ (دخان ۵۱)

ترجمہ: بے شک پرہیزگار لوگ امن کے مقام میں ہوں گے۔

(ص) عقبی الدار۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ. جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (سورۃ الرعد، آیت ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ: اور جو پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے برائی کو دور کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔ (یعنی) جو ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہونگے اور ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی (بہشت میں جائیں گے) اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے انکے پاس آئینگے۔ (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔

نظارۂ وطن

ابوعشرت حسین

راول ڈیم سے خان پور ڈیم تک (قسط ۶)

ٹیکسلا مختلف قدیم تہذیبوں کا مرکز

ٹیکسلا یا تکشیلا [1] چونکہ ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جس نے یونانیوں، آریاؤں، بدھ مت والوں، باختریوں و پارتھیوں (قدیم افغان وخراسانی)، مسلمانوں، افرنگیوں اور سکھوں وغیرہ، مشرق ومغرب کی کئی قوموں اور نسلوں کا عروج وزوال، سلطنتوں کی اکھاڑ بچھاڑ معاشروں اور تہذیبوں کا نشیب وفراز دیکھا ہے، اور قدیم وجدید تاریخوں میں اس کے عروج وزوال کا تذکرہ ملتا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قدیم تاریخ کا کچھ مختصر سا خاکہ پیش کیا جائے۔

ٹیکسلا اور گندھارا تہذیب

ٹیکسلا قدیم گندھارا تہذیب کا صدر مقام تھا، گندھارا تہذیب جو قدیم انسانی تاریخ کی ایک مشہور ومعروف تہذیب اور طویل وعریض عہد کا (جو قرنہا قرن پر پھیلا ہوا ہے) نہایت خوش حال اور ترقی یافتہ تمدن تھا، اس کا محل وقوع دریائے کابل کے مشرق سے دریائے سندھ کے مغرب تک کا علاقہ تھا، جو ایک زرخیز ومردم خیز وادی تھی (اور اب بھی ہے) جو اب وادئ پشاور کہلاتی ہے (قندھار اسی گندھارا سے غالباً ماخوذ ہے)

گندھارا تہذیب کے احوال، تاریخی نوشتوں میں برصغیر پاک وہند میں آریاؤں کی آمد کے بعد ملتے ہیں، ٹیکسلا اس تہذیب کا مرکز وصدر مقام تھا، آریاؤں کے حکمرانوں کے سلسلہ میں گندھارا کے حاکموں کا ذکر بھی ملتا ہے، تاریخ میں یہاں کا واضح تذکرہ سکندر اعظم مقدونی یونانی کے شمالی ہندوستان پر حملوں کے سلسلہ میں ملتا ہے، اور بطور خاص اس علاقہ پر حملہ اور اس کی تسخیر سے شروع ہوتا ہے (جہلم کے قریب راجہ پورس اور سکندر کی جنگ مشہور تاریخی واقعہ ہے) سکندر اعظم کا زمانہ 323 قبل مسیح تک ہے (گویا کہ تقریباً ساڑھے تیئیس سو سال پہلے سکندر اعظم کا زمانہ تھا) سکندر آندھی اور طوفان کی طرح ہندوستان میں آ دھمکا

---

[1] ٹیکسلا کا اصل نام سنسکرت زبان میں ''تکہ سلا'' یا ''تکھ شلا'' ہے، جس کے معنیٰ تراشے ہوئے پتھر کے ہیں، ٹیکسلا کے اطراف میں مارگلہ پہاڑیوں میں خاص قسم کے قیمتی اور مضبوط پتھر کے ذخیرے اور ان کی سنگ تراشی وصنعت گری زمانۂ قدیم سے اب تک اس علاقہ میں جاری وساری ہے۔ امجد

تھا،اورفتوحات کر کے چلتا بنا تھا، جاتے ہوئے اس نے گندھارا خطے کوایک ماتحت صوبہ بنا کراپنے ایک یونانی گورنر کے سپرد کیا تھا۔

سکندر کے بعد مگدھ(موجودہ صوبۂ بہار بنگال)میں جب موریہ خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو ٹکشیلا کا ناطہ براہ راست مگدھ کی سلطنت سے جڑ گیا،جس کا قصہ یوں ہوا تھا کہ موریہ سلطنت کے بانی چندر گپت موریہ مگدھ سے جلاوطن ہوکرٹکشیلا آیا تھا،اس وقت مگدھ پرنند خاندان کی حکومت تھی،نندراجا نے کسی وجہ سے چندر گپت کو جوایک ذہین وحوصلہ مند نوجوان تھا، ملک بدر کر دیا تھا، چندر گپت کا دوست اور جلاوطنی میں اس کا شریکِ سفر برہمن وشنو گپت جس کوتاریخوں میں چانکیہ کہا جاتا ہے(وہ مکروسیاست اور چالبازی میں تاریخِ عالم کا نامور کردار شمار ہوتا ہے،بہت سے طالع آزماؤں نے چانکیہ کے فارمولوں اور اصولوں کو فتوحات کرنے اور قوموں کوسرنگوں کرنے میں نمونہ بنایا، جوچانکیہ نے ''ارتھ شاستر'' نامی کتاب میں لکھے تھے،واضح رہے کہ ''ارتھ شاستر'' پرمصنف کا نام کوٹلیہ لکھا ہے،تو وہ کوٹلیہ یہی وشنو گپت یا چانکیہ ہے)

اس وقت ابھی سکندر اعظم زندہ تھا، جلاوطنی کے دوران چندر گپت اور چانکیہ ٹکشیلا میں ہی رہتے رہے، حالات کا جائزہ لیتے رہے،اوربصیرت حاصل کرتے رہے،تا آنکہ سکندر اعظم کی وفات کی خبر آ پہنچی، یہی وقت تھا جب چانکیہ نے اپنے سیاسی گر اور حربے چندر گپت کو بتاتے ہوئے مقامی لوگوں میں رسوخ حاصل کیا،اوران کی قیادت کا درجہ حاصل کرنے کے لیے راستہ ہموار کیا،مناسب موقعہ پرلوگوں کوابھار کر یونانی گورنراور مختصر یونانی فوج پردھاوابول دیا،اوران کا قصہ ختم کیا۔

اس طرح چندر گپت گندھارا خطے کی قیادت وسیاست کے منصب پرفائز ہوگئے، پھر ہوتے ہوتے فتوحات کا دائرہ بڑھاتے ہوئے اپنے وطن مگدھ کو بھی فتح کرلیا،اورنند خاندان کی حکومت ختم کرلی، یوں تاریخ ہند کی مشہور موریہ سلطنت کا آغاز ہوا۔

پنڈت جواہرلال نہرو(وزیراعظم ہندوستان،وفات 1964ء) لکھتے ہیں:

''چندر گپت موریہ کی سلطنت ہندوستان(برصغیر)میں مستحکم اور وسیع سلطنت کی پہلی مثال ہے،اس کا نظام حکومت بہت ترقی یافتہ قسم کا تھا'' (یادگار شخصیتیں ص17)

چندر گپت کی سلطنت کی وسعت اس وقت بہت بڑھ گئی، جب اس نے سکندر اعظم کے ایک گورنر ''سیلوکس'' کوشکست دی، جو ہندوستان سے باہر سکندر کی مقبوضات میں سے بہت بڑے علاقہ کا گورنر تھا،

(یعنی ایشیائے کوچک سے افغانستان تک کا علاقہ) یہ گورنر چندر گپت بانی سلطنتِ موریہ کے عہد میں دریائے سندھ پار کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا، موریہ نے اسے شکستِ فاش دی، اور اس کی سلطنت کا بہت بڑا حصہ فتح کیا، اس طرح کابل، ہرات، قندھار (گندھارا) سمیت ادھر کا سارا علاقہ سیلوکس سے چھڑا کر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، یوں موریہ سلطنت موجودہ افغانستان کے ایک بڑے حصے سے لے کر پاکستان کے بیشتر حصہ اور پورے شمالی ہند (خلیج بنگال سے لے کر بحر عرب تک) پر مشتمل وسیع سلطنت بن گئی، بعد میں چندر گپت کے پوتے، تاریخ عالم کے مشہور شہنشاہ مہاراجہ اشوک [۱] نے جب بدھ مت مذہب قبول کر کے بدھ مت کی تبلیغ شروع کی، تو یہ پورا خطہ بدھ مت کا مرکز بن گیا، اور بدھ مت کی دعوت ہندو بنگال اور افغانستان سے نکل کر چین، جاپان، تھائی لینڈ اور نہ جانے مشرقی جزائر میں کہاں کہاں تک پہنچ گئی، کہ آج بھی ان سارے مشرقی جزائر و ممالک میں اکثر لوگ بدھ مت کے پیروکار ہیں۔

موریہ سلطنت کا دار السلطنت اور راجدھانی مگدھ میں پاٹلی پتر (موجودہ صوبہ پٹنہ نزد بہار) تھا، جو اپنے وقت کا نہایت متمدن اور ترقی یافتہ شہر بن گیا تھا، تاریخ میں اس کی تہذیبی و تمدنی ترقیوں کا حال لکھا ہوا ہے، بہر حال ٹکشیلا جو گندھارا تہذیب کا مرکز تھا، موریہ سلطنت کے تحت خصوصاً مہاراجہ اشوک کے ذریعے یہاں تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، علوم و تعلیم، مذہب و مذہبی ادارے، مدارس و خانقاہیں (بدھ مذہب کے تحت) خوب پھلے پھولے، تین قوموں کی قرنہا قرن پر پھیلی ہوئی تاریخ (یعنی سب سے پہلے آریا پھر یونانی پھر بدھ مت والے) نے اس شہر کو، اس خطے کو پتھر کی تراش خراش، لوہے اور پیتل کے ظروف و آلات، اوزار و ہتھیار، مجسمہ سازی، فنون لطیفہ، کپڑا بننے وغیرہ مختلف صنعتوں میں حدِ کمال تک پہنچا دیا، اور یہ لوگ صنعت و حرفت اور تہذیب و تمدن میں گویا اپنے زمانے سے بہت آگے نکل گئے تھے، ان کے کھنڈرات سے برآمد ہونے والی اشیا جو آج ٹیکسلا میوزیم اور دنیا کے دیگر عجائب خانوں میں موجود ہیں، اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

---

[۱] اشوک زمانۂ شہزادگی میں موریہ سلطنت میں ٹیکسلا کا گورنر بھی رہ چکا تھا، افغانستان اور پنجاب پر نظر رکھنے کے لئے اس علاقہ کی گورنری شاہی خاندان کے افراد اور شہزادوں کو دی جاتی تھی، بعد میں اشوک موریہ سلطنت کا بادشاہ بنا، اشوک کا عہدِ حکمرانی اور جہانبانی ۲۷۲ قبل مسیح سے ۲۳۴ قبل مسیح کے درمیان پھیلا ہوا ہے، ٹیکسلا سے آگے ہزارہ کا خطہ ہے، اس خطہ میں بھی اشوک کے عہد میں بدھ مت کا فروغ ہوا، مانسہرہ شہر کے قریب شاہراہِ ریشم کے کنارے بریڑی پہاڑی کے دامن میں بٹ پل کے متصل مہاراجہ اشوک کے فرامین پتھر کی بڑی چٹان پر کندہ ہیں، محکمہ آثار نے اس چٹان کو محفوظ کیا ہے، اور یہاں معلوماتی بورڈ آویزاں کیا تھا، یہاں ایک چھوٹا سا پارک اور ریفریشمنٹ سنٹر (اشوکا ریستوران) اور ایک ہوٹل بھی ہے۔ امجد۔

ٹیکسلا کے بعض کھنڈرات کے بارے میں جو تفصیلات وہاں مرقوم ہیں، اور تاریخ میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے، ان کے مطابق یہاں بدھ مت کے عروج کے دور میں ایک بین الملکی دانش گاہ یعنی جامعہ یا یونیورسٹی تھی، جس میں دور دور کے ممالک و علاقوں سے علم کے متلاشی فیض یاب ہونے کے لیے آتے تھے اور رائج الوقت علوم وفنون کی وہاں تعلیم ہوتی تھی، آج پھر ٹیکسلا میں ملکی سطح کی بڑی انجینئرنگ یونیورسٹی انہی کھنڈرات کے سنگم میں قائم ہے، اور صنعت وٹیکنالوجی کے دوسرے ممتاز ادارے یہاں واقع ہیں، اور دینی مدرسے بھی یہاں موجود ہیں، جہاں قرآن وسنت اور دیگر اسلامی ومشرقی علوم وفنون کی تعلیم ہوتی ہے، ایک چھوٹے سے شہر کے قرب وجوار اور اطراف و جوانب میں اتنے بڑے بڑے متعدد ومتنوع اداروں کا قیام اس شہر کی قدیم تاریخ کی صدائے بازگشت سناتی ہے۔

اس خطے میں جس کا یہ شہر مرکز رہا ہے، گندھارا تہذیب کا ارتقاء اور عروج کا سلسلہ بعض ماہرین کے اندازوں کے مطابق دواڑھائی ہزار سال قبل مسیح سے لے کر بعد المسیح تک پھیلا ہوا ہے (کہ یہی تاریخی طویل دورانیہ آریاؤں کی برصغیر میں آمد، استحکام اور عروج کا زمانہ ہے) آریا اپنے عہد کے ترقی یافتہ اور خوش حال لوگ تھے، وہ کھیتی باڑی بھی کرتے تھے، کپاس کی کاشت کرنے اور کپاس سے کپڑے بننے کی صنعت میں بھی ماہر تھے، فولاد اور سونا چاندی کا استعمال کرتے تھے، ان دھاتوں سے اوزار، ہتھیار، ساز و سامان بناتے تھے، علاج ومعالجے میں ماہر تھے، انجینئرنگ یعنی خاص طریقوں سے قلعہ جات اور عمارات بنانے کے فن میں بھی طاق تھے، آریاؤں کے یہ سارے پیشے اور صنعت وحرفت کے فنون گندھارا خطے میں پھل پھول کر بارآور ہوئے، بعد میں یونانیوں کے عہد میں یونانی کلچر وثقافت اور پھر بدھ مت کے عروج کے دور میں بدھ مت کی تمدنی مہارتوں سے اس خطے کی ناک پلک اور خدوخال مزید سنورتے اور ابھرتے رہے۔

بدھ مت کے غلبے اور عروج کے دور میں عمارتوں کی تراش خراش، پتھروں پر نقش ونگار اور بیل بوٹے بنانے کا عمومی ذوق ورواج، مجسمہ سازی، اور سنگ تراشی کے عجیب وغریب نمونے بدھ مت کی قابل فخر میراث ہے، کھنڈرات اور میوزیم میں جس کے انواع واقسام کے نمونے دیکھ کر آدمی ان قوموں اور معاشروں کی تہذیبی ہنرمندیوں اور مہارتوں کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا، آج بھی سنگ تراشی کا ایک ماہر وباکمال حلقۂ فن اپنے کو گندھارا آرٹس سے موسوم کرتا ہے، پتھر کے علاوہ دھاتوں اور لکڑی میں بھی کندہ کاری اور نقش و

نگار بنانے کے فن میں گندھارا تہذیب ید طولی رکھتی تھی، بدھ مت کے بھرپور عروج کا دور مہاراجہ اشوک کا عہد تھا، اس نے گندھارا آرٹس کو بدھ مت کے اثرات ونشانات سے سجانے اور اپنی رواداری وانصاف پر مبنی سلطنت کے خیر سگالی وانسان دوستی پر مبنی اصولوں کے ان مٹ نقوش قائم کرنے اور اپنے قلمرو کے مختلف حصوں میں اپنا آئین جہاں بانی نمایاں طور پر مستحکم طریقے سے نقش ومرتب کرنے کی غرض سے اسٹوپوں، مجسموں، وہاروں (خانقاہوں) غاروں وخلوت گاہوں اور سنگی نصب شدہ لاٹوں کا جال بچھادیا، جن میں سے بعض سنگی لاٹوں اور چٹانوں پر مہاراجہ اشوک کے فرامین کی کھدی ہوئی تحریریں آج بھی گندھارا خطے اور بہار وبنگال وغیرہ کے علاقوں میں پائی جاتی ہیں، اور ہمیں ماضی بعید کے ایک اچھے عہد کی یاد دلاتی ہیں، اشوک کے بعد ایک زمانے میں یہاں باختریوں (موجودہ بلخ افغانستان) کا تسلط قائم ہوا، جو ایک صدی کے لگ بھگ رہا ان کے بعد پارتھیوں کا قبل مسیح وبعد المسیح ڈیڑھ دوسو سالہ عہد رہا، اس کے بعد چین، ترکستان، اور شمال مغربی چین کے یوچی قبائل (کشان) کا تسلط رہا۔ [1] (جاری ہے.........)

---

[1] اہلِ کشان کا عہدِ حکمرانی کئی صدیوں پر مشتمل رہا، پھر سفید ہنوں کے طوفانی یلغار سے ان کی بساطِ حکومت الٹ گئی، ہنوں کے بعد ٹیکسلا کے بارے میں تاریخ میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی، چینی سیاح فاہیان کے سفرنامہ میں چار سوعیسوی میں ٹیکسلا میں اس کے آنے اور بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت کرنے کا ذکر ملتا ہے، پھر ساتویں صدی عیسویں میں ایک اور چینی سیاح ہیون چوان سانگ یہاں آیا، تو وہ یہاں کا بالکل مختلف نقشہ پیش کرتا ہے، جس کے مطابق یہ علاقہ سلطنتِ کشمیر کا حصہ بن چکا ہے، بدھ مت کے آثار تباہ ہوچکے ہیں، اور یہاں کے مقتدر طبقات طوائف الملو کی کا شکار ہیں۔

اسلامی تاریخوں میں پانچویں صدی عیسوی میں سلطان محمود غزنوی کے عہد میں یہاں ڈھیری جوگیاں اور بعد میں ڈھیری شاہاں کے نام سے مسلمانوں کا اس شہر کو از سرِ نو آباد کرنے کا ذکر ملتا ہے، پھر شاید تاتاریوں کی دست برد کا شکار ہوکر یہ شہر تباہ ہوا، سکھوں کے عہد میں ہزارہ میں سکھوں کی لوٹ مار، تخت وتاراج کے مفصل احوال تاریخ میں محفوظ ہیں۔

ٹیکسلا کے جوار میں خان پور پر سکھوں اور مسلمانوں کی جنگیں اور معرکیں اور سکھوں کا خان پور میں قلعہ قائم کرنا (جواب بھی موجود ہے، اور یہاں پولیس تھانہ ہے) تاریخی واقعات ہیں، ظاہر ہے ٹیکسلا اس علاقے کا حصہ اور سکھوں کے قبضہ میں تھا، لیکن سکھوں کے عہد میں یہ کوئی مستقل آبادی شمار نہیں ہوتی تھی، بلکہ چند متفرق چھوٹے چھوٹے گاؤں یہاں تھے، اس لئے اس کے الگ مفصل احوال نہیں ملتے، شاید ڈھیری شاہاں جواب بھی ٹیکسلا کا مشہور محلّہ ہے، یہی موضع یہاں کی کل آبادی تھی، سکھوں کا عہد 1850ء کے قریب ختم ہوا، پھر انگریزی عہد ہے۔

1912ء کے بعد سرجان مارشل کے عہد میں یہاں کھدائیاں ہوئیں، کھنڈرات برآمد ہوئے، اور کھنڈرات سے بہت سی چیزیں نکلیں، اور مختلف قدیم سلطنتوں کے سکے برآمد ہوئے اور اس برآمد ہونے والے سامان کو محفوظ کرنے کے لئے ٹیکسلا میوزیم بنا، تو اس علاقہ کی قدیم تاریخ زندہ ہوئی، اور ٹیکسلا کا نام دوبارہ زندہ ہوا، انگریزوں نے اسے شہرت دی، اور اس علاقہ کی تاریخی اہمیت بڑھ گئی، دنیا جہان کے سیاح یہاں آنے لگے، ٹیکسلا کو شہری حیثیت تو قیامِ پاکستان کے بھی بعد حاصل ہوئی، خصوصاً 1970ء میں جب چند دیہاتوں کو ملا کر ٹیکسلا ٹاؤن کمیٹی قائم کی گئی، جو بعد میں میونسپل کمیٹی بنی۔

(بعض تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ”تاریخ ہزارہ“ ڈاکٹر شیر بہادر پنی، متعلقہ ابواب، نیز انسائکلو پیڈیا پاکستانیکا)۔ امجد۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

شعبان کے آخر میں روزہ اور قبل از وقت رمضان کا آغاز

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّھْرَ حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ، أَوْ تُکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ، أَوْ تُکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ (ابوداؤد،رقم الحدیث ۲۳۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو، یہاں تک کہ (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو، یا شعبان کے مہینے کے تیس دن پورے نہ کرلو، پھر تم (رمضان کے) روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ تم (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، یا تیس دن (رمضان کے) پورے نہ کرلو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :أَحْصُوْا ھِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تَخْلِطُوْا بِرَمَضَانَ إِلَّا أَنْ یُّوَافِقَ ذٰلِکَ صِیَامًا کَانَ یَصُوْمُہٗ أَحَدُکُمْ وَصُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَإِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَإِنَّھَا لَیْسَتْ تُغْمَی عَلَیْکُمُ الْعِدَّۃُ (سنن دارقطنی، رقم الحدیث ۲۱۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے محفوظ کرو (تاکہ رمضان کی ابتداء میں دشواری اور گڑبڑ نہ ہو) اور تم (شعبان کے آخر میں روزہ رکھ کر) رمضان کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، مگر یہ کہ یہ دن کسی کے اُس روزے کے موافق ہوجائے کہ تم میں سے کوئی اُس دن کا (نفلی) روزہ رکھتا تھا، اور تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان کو شروع کرو) اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو (یعنی شوال کو شروع کرو) پھر اگر تم پر موسم اَبر آلود ہوجائے (جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے) تو تم پر تعداد غائب نہیں ہوئی (یعنی تم کو تیس دن پورے کرنا مشکل نہیں) (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّھْرَ بِصِیَامِ یَوْمٍ، وَلَا یَوْمَیْنِ إِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ شَیْءٌ یَصُوْمُہٗ أَحَدُکُمْ، وَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ، فَإِنْ حَالَ دُوْنَہٗ غَمَامَۃٌ، فَأَتِمُّوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ، ثُمَّ أَفْطِرُوْا (ابو داؤد، رقم الحدیث ۲۳۲۷، کتاب الصوم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رمضان کے مہینے کو ایک اور دو دن پہلے (روزہ رکھ کر شروع) نہ کرو، مگر یہ کہ تم میں سے کسی کا اس دن (نفلی) روزہ رکھنے کا معمول ہو (اور یہ دن اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو) اور تم اُس وقت تک (رمضان کا) روزہ نہ رکھو، جب تک کہ تم چاند کو نہ دیکھ لو، پھر تم (رمضان کے) روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ تم (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، پھر اگر چاند کے درمیان اَبر حائل ہو جائے، تو تم (مہینے کے) تیس دنوں کی تعداد پوری کرلو، پھر تم افطار کرو (یعنی عید مناؤ) (ترجمہ ختم)

ان روایات کا مقصد یہ ہے کہ شعبان کے آخر میں اور رمضان شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے، تاکہ رمضان کے مہینے پر زیادتی اور اسلامی تقویم میں خرابی اور باطل مذاہب کے ساتھ تشبہ لازم نہ آئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کی مقدار یا کیفیت میں زیادتی وغلو سے کام لیا تھا، جس کا نتیجہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے احکام میں تحریف کی شکل میں ظاہر ہوا۔

البتہ اگر کسی کا مخصوص دِنوں (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) میں نفل روزے رکھنے کا معمول ہو، اور یہ دن (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو، تو اُس کو اپنے اس معمول کے مطابق ان دِنوں میں نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو رمضان کا روزہ نہ سمجھا جائے، بلکہ نفلی روزہ سمجھا جائے، اور کسی دوسرے کے لئے رمضان کا روزہ ہونے کی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت صِلہ بن زفر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

کُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْہِ مِنْ رَمَضَانَ فَأُتِیَ بِشَاۃٍ، فَتَنَحّٰی بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ :مَنْ صَامَ ھٰذَا الْیَوْمَ فَقَدْ عَصٰی أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۵۹۶)

ترجمہ: ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، اُس دن کہ جس میں رمضان کا شک تھا، تو بکری کا گوشت لایا گیا، بعض لوگوں نے اُس کو کھانے سے اعراض کیا (جس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ یہ روزے سے ہیں) تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اس شک کے دن میں روزہ رکھا، تو اس نے ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

شک کے دن میں روزہ رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کو شعبان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقرر فرمایا ہے، اور رمضان کے مہینے کے شروع ہونے کی پوری وضاحت بھی اس طرح فرمادی ہے کہ ایک تو یہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، نہ تیس سے زیادہ ہوتا، اور نہ انتیس سے کم، اور اسلامی مہینہ کے انتیس دن گزرنے کے بعد غروب ہونے پر (تیسویں رات میں) چاند کی معتبر رؤیت ہونے پر اگلے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری کی جاتی ہے۔

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا مہینہ شروع ہونے، بلکہ شعبان کے اختتام سے پہلے ہی رجب کا مہینہ ختم ہونے کے وقت شعبان کے آغاز پر چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمادیا، تاکہ شعبان کے مہینہ کے دنوں کی تعداد اور رمضان کے مہینے کا چاند دیکھنے کے وقت میں دشواری پیدا نہ ہو۔

پس جب تک شرعی قواعد کے مطابق (شعبان کے انتیس دن گزرنے پر چاند کی معتبر رؤیت اور بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری ہوکر) رمضان کے مہینے کا آغاز نہ ہو، اور شعبان کی انتیس یا تیس تاریخ ہو، اس وقت میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔

جمہور صحابہ وتابعین اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ شک کے دن اور انتیس یا تیس شعبان کو روزہ رکھنا مکروہ وممنوع ہے، بلکہ اگر کوئی شک کے دن میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھے گا، اور بعد میں اسی حساب کو سامنے رکھ کر شرعی اصولوں کے بغیر انتیس یا تیس دن بعد عید منائے گا، تو اس کو بعد میں اس روزے کی قضا کرنی ہوگی۔

حضرت ابوالاحوص، حضرت مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، وَالشَّعْبِيِّ ، أَنَّهُمَا قَالَا: لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ جَمَاعَةِ النَّاسِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۵۸۸)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت امام شعبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی جماعت کے ساتھ ہی روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت وکیع، حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :مَا مِنْ يَّوْمٍ أَصُوْمُهُ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ يَوْمٍ يَخْتَلِفُ النَّاسُ فِيْهِ

(مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۹۵۸۹)

ترجمہ: حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی دن میرے نزدیک کہ جس میں، میں روزہ رکھوں،اس سے زیادہ مبغوض نہیں ہے کہ جس میں لوگ اختلاف کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت وکیع، حضرت ابوالعیز ار سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَتَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فِي الْيَوْمِ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ ، فَقَالَ:لَعَلَّكَ صَائِمٌ ، لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ الْجَمَاعَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۹۵۹۱)

ترجمہ: میں حضرت ابراہیم نخعی کے پاس اس دن حاضر ہوا، جس کے بارے میں (رمضان ہونے نہ ہونے کا) شک کیا جارہا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ شاید آپ روزے سے ہیں، آپ جماعت کے ساتھ ہی روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور امام ابوداؤد، حضرت شعبہ سے، اور وہ حضرت ابوالمعلیٰ یعنی یحیٰ بن میمون عطار سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ ؛أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَّصُوْمَ الْيَوْمَ الَّذِىْ يُخْتَلَفُ فِيْهِ مِنْ رَمَضَانَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۵۹۴)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ جس دن کے بارے میں رمضان ہونے کا اختلاف کیا جائے، اُس میں روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ فضیل، حضرت مُطرِّف سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَامِرٍ ؛ فِي الْيَوْمِ الَّذِىْ يَقُوْلُ النَّاسُ إِنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ ، قَالَ :فَقَالَ:لَا تَصُوْمَنَّ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ ، فَإِنَّمَا كَانَتْ أَوَّلُ الْفُرْقَةِ فِىْ مِثْلِ هٰذَا (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۹۵۹۸)

ترجمہ: حضرت عامر (شعبی) نے اس دن کے بارے میں کہ جس کے بارے میں لوگ یہ

کہتے ہیں کہ وہ رمضان کا دن ہے، فرمایا کہ آپ ہرگز روزہ نہ رکھیں، مگر امام (یعنی چاند کی گواہی سننے اور فیصلہ کرنے کے مجاز حاکم) کے (فیصلہ کے) ساتھ ہی روزہ رکھیں، پس اختلاف کی ابتداء اسی جیسی چیز میں ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب تک شرعی اصولوں کے مطابق رمضان کا شروع ہونا ثابت نہ ہو، اس وقت تک رمضان کے روزے سمجھ کر رکھنا شریعت کی نظر میں انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

اور شرعی اصولوں کو نظر انداز کر کے کسی کا اختلاف کرنا بھی شریعت کی نظر میں بہت برا عمل ہے، اسی وجہ سے اس کی موافقت کے بجائے مخالفت کا حکم ہے، کیونکہ اس میں کئی خرابیاں اور فتنے لازم آتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... مہینے کے شروع اور ختم ہونے میں شرعی اصول وقواعد کی مخالفت (۲)...... شریعت کی طرف سے ایک مہینے کے لئے فرض کردہ روزوں کی مقدار پر زیادتی (۳)...... ایک دو روزے پہلے رکھنے اور رمضان کے آخری دن یا اس سے پہلے عید منا لینے کی صورت میں ایک یا دو فرض روزوں کا ذمہ میں باقی رہ جانا (۴)...... باطل قوموں کے ساتھ مشابہت، جنہوں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ احکام میں زیادتی واضافہ اور غلو کیا (۵)...... شرعی احکام میں تحریف وخلل کا آنا، کہ یہ طرزِ عمل مہینوں اور ان کے دنوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا سبب ہے، جو کہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا، اور اسے نسیٔ کی رسم کہا جاتا تھا (۶)...... اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں بعض اوقات شوال کے بجائے رمضان کے مہینے میں ہی کھُلَّم کھُلاّ عید منانا اور کھانا پینا، کہ جب انتیس یا تیس کی تعداد شوال کا چاند نظر آنے سے پہلے ہی پوری ہو جاتی ہے، تو کچھ لوگ رمضان ہی میں عید منا لیتے ہیں (۷)...... اس طرزِ عمل کی وجہ سے امت میں انتشار وافتراق کا ہونا۔

اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ مستقل فتنہ ہے، اس لئے شریعتِ مطہرہ نے ان سب فتنوں کا سدِ باب کر دیا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک مجاز حاکم کی طرف سے شرعی اصولوں کے مطابق رؤیتِ ہلال اور رمضان کے مہینے کے آغاز کا فیصلہ نہ ہو، اس وقت تک علی الرغم مخالفت کرتے ہوئے کھلے عام رمضان کا روزہ رکھنا اور اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی اس کی دعوت وترغیب دینا منع اور امت میں تفریق وانتشار کا باعث ہے۔

انتیس اور تیس شعبان اور شک واختلاف کے دن رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنے کی ممانعت کا حکم تو اوپر معلوم ہو چکا۔
پھر اگر کسی کا مخصوص دِنوں (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) میں نفل روزے رکھنے کا معمول ہو، اور یہ دن (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو، تو اُس کو اپنے اس معمول کے مطابق ان دِنوں میں نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو رمضان کا روزہ نہ سمجھا جائے، بلکہ نفلی روزہ سمجھا جائے، اور کسی دوسرے کے لئے رمضان کا روزہ ہونے کی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو۔
اور اگر انتیس، تیس شعبان کو ایسا دن نہ ہو کہ جس دن میں کسی کا نفلی روزہ رکھنے کا معمول ہو، اور پھر بھی کوئی نفل روزہ رکھنا چاہے، تو ایسی صورت میں اس کو نفل روزہ رکھنا فی نفسہٖ منع نہیں، بشرطیکہ نہ تو اس کو رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھے، اور نہ ہی اس کے روزہ رکھنے کی وجہ سے دوسروں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اس نے رمضان کا روزہ رکھا ہے۔
لیکن کیونکہ آج کل جہالت اور فتنوں کا دوردورہ ہے، اور آج کل عوام میں سے بہت سے لوگ انتیس وتیس شعبان کو ہی رمضان کا روزہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں، اور پھر انتیس یا تیس رمضان کو (العیاذ باللہ تعالیٰ) عید بھی منا لیتے ہیں۔
اس لئے انتیس اور تیس اور بطورِ خاص تیس شعبان کو عام حالات میں عوام وخواص سب کو ہی نفل روزہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، تا کہ اس قسم کے فتنوں کا سدّ باب رہے۔
افسوس ہے کہ آج کے دور میں بعض لوگ اس سلسلہ میں بہت بے احتیاطی کرتے ہیں، اور باوجودیکہ چاند کی رؤیت کا فیصلہ کرنے کے لئے حکومتِ وقت کی طرف سے حاکم یا باتفاقِ علاقہ ایک جماعت (کمیٹی) مقرر ہوتی ہے، اور وہ شرعی اصولوں کے مطابق چاند کی رؤیت ثابت ہونے پر فیصلہ کرتی ہے، مگر یہ لوگ اس کے فیصلے سے ایک دو دن پہلے ہی کھلے عام روزہ رکھ کر رمضان کا آغاز کر دیتے ہیں، اور پھر انتیس یا تیس دن کے بعد عید بھی منا لیتے ہیں۔
اور زیادہ تعجب وحیرت کن بات یہ ہے کہ دوسرے مہینوں کے آغاز واختتام بلکہ اکثر وبیشتر شعبان کے آغاز کا معاملہ تو یہ لوگ حاکم یا مجاز جماعت کے فیصلہ کے مطابق کرتے ہیں، مگر یکا یک رمضان کے چاند میں اختلاف شروع کر دیتے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے حساب کو درست رکھنے کے لئے شعبان کے چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ پس مذکورہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے۔
تفصیلی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: ’’پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت‘‘

(ماخوذ از: ’’شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام‘‘ صفحہ نمبر ۴۷ تا ۶۵، ملخصاً، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

مقالات ومضامین مولانا محمد ناصر

سلام کے مسنون اور غیر مسنون الفاظ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (سورة النساء، آیت ۸۶)

ترجمہ: اور (مسلمانو) جب تمہیں کوئی سلام کرے، تو تم (اس سلام کے جواب میں) اچھے الفاظ میں سلام کرو یا (جواب میں) ویسے ہی الفاظ کہہ دو، بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے (سورہ نساء)

مذکورہ آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرے، تو وہ بھی پہلے شخص کو سلام کا جواب دے، اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اور بغیر کسی شرعی عذر کے سلام کا جواب نہ دینا گناہ ہے، نیز سلام کا جواب دینے میں بہتر تو یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ سلام کیا گیا ہے، اُن الفاظ سے زیادہ اچھے الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دیا جائے، یا پھر کم از کم اُن ہی الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دیا جائے، جن الفاظ کے ساتھ سلام کیا گیا ہے۔ [1]

احادیث میں سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے الفاظ اور اُن کا اجر وثواب بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ

---

[1] فحيوا بأحسن منها أو ردوها اى ردوا مثلها على حذف المضاف، الأمر للوجوب وكلمة او للتخيير فالواجب فى جواب السلام رد مثلها لانه ادنى الامرين ويستحب الرد بأحسن منها بزيادة الرحمة والبركة - وكلما زاد فى السلام او فى الجواب كان اكثر ثوابا وأفضل (التفسير المظهرى، سورة النساء، تحت رقم الآية۸۶)

آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلاثُوْنَ (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۱۹۵، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، رقم الحديث ۲۶۸۹؛ باب ماذكر فی فضل السلام؛ سنن الدارمی، رقم الحديث ۲۶۸۲؛ مسند بزار، رقم الحديث ۳۵۸۸) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ (مجلس میں) بیٹھ گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''دس''؛ پھر ایک اور آدمی آیا، اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''بیس''؛ پھر ایک اور آدمی آیا، اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، اور وہ بیٹھ گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''تیس'' (ابوداؤد؛ ترمذی)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم کہہ کر سلام کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام کرنے سے بیس نیکیاں ملتی ہیں، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر سلام کرنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس لئے سلام کرتے یا سلام کا جواب دیتے ہوئے جتنے بہتر الفاظ اختیار کیے جائیں گے، اتنا ہی زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔ [2]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْحَلْقَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَوْمِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكُمُ السَّلامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه.

وقال البزار:

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ قَدْ رُوِیَ نَحْوُ كَلامِهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وُجُوهٍ، وَأَحْسَنُ إِسْنَادٍ يُرْوَى فِي ذٰلِكَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْإِسْنَادُ، وَإِنْ كَانَ قَدْ رَوَاهُ مَنْ هُوَ أَجَلُّ مِنْ عِمْرَانَ فَإِسْنَادُ عِمْرَانَ أَحْسَنُ (مسند بزار، حواله بالا)

[2] (فَقَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَشْرٌ) أَىْ :لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، أَوْ كُتِبَ، أَوْ حَصَلَ لَهُ أَوْ ثَبَتَ عَشْرٌ أَوِ الْمَكْتُوبُ لَهُ عَشْرٌ (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

وَبَرَكَاتُهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۲۱۲؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۸۴۵)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا، اور اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر جواب دیا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کرنے والے کو اس کے سلام کرنے کے الفاظ سے بہتر الفاظ کے ساتھ جواب دیا۔

سلام میں وبرکاتہٗ کے بعد ومغفرتہٗ جیسے الفاظ ملانا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے الفاظ کے ساتھ مزید کوئی دوسرے الفاظ ملانا اگرچہ بعض ضعیف احادیث سے ثابت ہے، لیکن بعض بڑے صحابۂ کرام سلام میں وبرکاتہٗ کے بعد مزید کوئی دوسرے الفاظ کہنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ اس سے منع فرماتے تھے۔ [1]

---

[1] مَشْرُوعِيَّةُ الزِّيَادَةِ فِي الرَّدِّ عَلَى الِابْتِدَاءِ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ بِالِاتِّفَاقِ لِوُقُوعِ التَّحِيَّةِ فِي ذَلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ ردوهَا فَلَوْ زَادَ الْمُبْتَدِءُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ اسْتُحِبَّ أَنْ يُزَادَ وَبَرَكَاتُهُ فَلَوْ زَادَ وَبَرَكَاتُهُ فَهَلْ تُشْرَعُ الزِّيَادَةُ فِي الرَّدِّ وَكَذَا لَوْ زَادَ الْمُبْتَدِءُ عَلَى وَبَرَكَاتُهُ هَلْ يُشْرَعُ لَهُ ذَلِكَ أَخْرَجَ مَالك فِي الْمُوَطَّأ عَن بن عَبَّاسٍ قَالَ انْتَهَى السَّلَامُ إِلَى الْبَرَكَةِ وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ مِنْ طَرِيقِ عَبْدِ اللَّهِ بن بِأَبِيهِ قَالَ جَاءَ رجل إِلَى بن عُمَرَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ فَقَالَ حَسْبُكَ إِلَى وَبَرَكَاتُهُ انْتَهَى إِلَى وَبَرَكَاتُهُ وَمِنْ طَرِيقِ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ انْتَهَى السَّلَامُ إِلَى وَبَرَكَاتُهُ وَرِجَالُهُ ثِقَات وَجَاء عَن بن عُمَرَ الْجَوَازُ فَأَخْرَجَ مَالِكٌ أَيْضًا فِي الْمُوَطَّأ عَنْهُ أَنَّهُ زَادَ فِي الْجَوَابِ وَالْغَادِيَاتُ وَالرَّائِحَاتُ وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ مِنْ طَرِيقِ عَمْرو بن شُعَيْب عَن سَالم مولى بن عمر قَالَ كَانَ بن عُمَرَ يَزِيدُ إِذَا رَدَّ السَّلَام فَأَتَيْتُهُ مَرَّةً فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَزِدْتُ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ وَزَادَ وَطِيبُ صَلَوَاتِهِ وَمِنْ طَرِيقِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ وَطِيبُ صلواته وَنقل بن دَقِيقِ الْعِيدِ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ بْنِ رُشْدٍ أَنَّهُ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا الْجَوَازُ فِي الزِّيَادَةِ عَلَى الْبَرَكَةِ إِذَا انْتَهَى إِلَيْهَا الْمُبْتَدِءُ وَأَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِسَنَدٍ قَوِيٍّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَزَادَ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ وَقَالَ ثَلَاثُونَ وَأَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَة وَصَححهُ بن حِبَّانَ وَقَالَ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً وَكَذَا فِيمَا قَبْلَهَا صَرَّحَ بِالْمَعْدُودِ وَعِنْدَ أَبِي نُعَيْمٍ فِي عَمَلِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي وَقَعَ لَهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ رَفَعَهُ مَنْ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمن زَاد وَرَحْمَة الله كتبت لَهُ عِشْرُونَ حَسَنَةً وَمَنْ زَادَ وَبَرَكَاتُهُ كُتِبَتْ لَهُ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت محمد بن عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ حُجْرَةَ خَالَتِهٖ مَيْمُوْنَةَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَصَلَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : عِبَادَ اللّٰهِ اِنْتَهُوْا بِالتَّحِيَّةِ إِلٰى مَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۹۶)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ میمونہ کے حجرے میں جمعے کے بعد داخل ہوئے، تو ایک سوالی دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا، اور اس نے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وصلاتہٗ ومغفرتہٗ، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! سلام وہاں پر ختم کردو، جہاں (نماز کی التحیات میں) اللہ عزوجل نے ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پر ختم کیا ہے (شعب الایمان)

اس طرح کا مضمون حضرت حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(کذا فی مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۱۶؛ وشعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۸۷)

اور حضرت عمرو بن عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ يَمَانِيٌّ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ثُمَّ زَادَ شَيْئًا مَعَ ذٰلِكَ أَيْضًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَنْ هٰذَا ؟ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ قَالُوْا : هٰذَا الْيَمَانِيُّ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَأَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ نَحْوَ حَدِيثِ عِمْرَانَ وَزَادَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَزَادَ وَمَغْفِرَتُهُ فَقَالَ أَرْبَعُونَ وَقَالَ هٰكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ وَأخرج بن السُّنِّيِّ فِي كِتَابِهِ بِسَنَدٍ وَاهٍ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَمُرُّ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَيَقُولُ لَهُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ وَرِضْوَانُهُ وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ أَيْضًا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ كُنَّا إِذَا سَلَّمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ وَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الضَّعِيفَةُ إِذَا انْضَمَّتْ قَوِيَ مَا اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ مِنْ مَشْرُوعِيَّةِ الزِّيَادَةِ عَلَى وَبَرَكَاتُهُ وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الرَّدَّ وَاجِبٌ عَلَى الْكِفَايَةِ (فتح الباری لابن حجر، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام)

(ومغفرته) فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم :(أربعون) ثم قال :(هكذا تكون الفضائل) يعنی :أنه كلما أتی بالزيادة كثر الفضل، فالذی قال :السلام عليكم حصل علی عشر، والذی قال :ورحمة الله حصل علی عشرين، والذی قال :وبركاته حصل علی ثلاثين والذی قال :ومغفرته حصل علی أربعين .والثابت هو السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وأما مغفرته فهذه غير ثابتة (شرح سنن ابی داوٗد، لعبدالمحس العباد)

الَّـذِیْ یَـغْشَاکَ فَعَرَفُوْہُ اِیَّاہُ حَتّٰی عَرَفَہٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :اِنَّ السَّلَامَ اِنْتَھٰی اِلَی الْبَـرَکَۃِ قَـالَ مُـحَمَّدٌ : وَبِھٰـذَا نَـاْخُذُ . اِذَا قَـالَ اَلسَّلَامُ عَـلَیْـکُـمْ وَرَحْـمَۃُ اللّٰہِ وَبَـرَکَـاتُہٗ فَلْیَکْفِفْ فَاِنَّ اِتِّبَاعَ السُّنَّۃِ اَفْضَلُ (موطا لامام محمد، باب رد السلام، رقم الحدیث ۹۱۳، واللفظ لہٗ؛ شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۸۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کا ایک آدمی آیا، اور اُس نے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہا، اور اس کے ساتھ کچھ اور الفاظ بھی ملائے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ اور اس وقت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی نظر چلی گئی تھی، اہلِ مجلس نے عرض کیا کہ یہ یمنی آدمی ہے، جو آپ کے پاس آیا ہے، اہلِ مجلس نے اُس آدمی کا تعارف کرایا، یہاں تک کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اُس آدمی کو پہچان گئے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک سلام ''برکۃ'' (کے لفظ) پر ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے، تو (مزید الفاظ کہنے سے) رُک جائے، اس لیے کہ سنت کی اتباع افضل ہے (موطأ محمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سلام کرنے یا جواب دینے میں ''وبرکاتہٗ'' کے الفاظ پر زیادتی کرنے کی ممانعت کی روایات موجود ہے۔

چنانچہ حضرت ایوب، حضرت نافع یا کسی اور سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ رَجُلًا کَـانَ یَـلْـقَـی ابْنَ عُمَرَ، فَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ :اَلسَّلَامُ عَـلَیْکُمْ وَرَحْـمَۃُ الـلّٰـہِ وَبَـرَکَـاتُـہٗ، وَمَغْفِرَتُہٗ وَمُعَافَاتُہٗ، قَالَ :یُـکْثِرُ مِنْ ھٰذَا، فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عُمَرَ : وَعَـلَیْـکَ مِـائَۃَ مَـرَّۃٍ، لَئِنْ عُدْتَ اِلَی ھٰذَا لَاَسُوْءَنَّکَ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۹۴۵۳)

ترجمہ: ایک آدمی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ ومعافاتہٗ، اور اس سے بھی کچھ زیادہ الفاظ کہے، تو ابنِ

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھ پر بھی سو مرتبہ ہو، لیکن اگر تو نے دوبارہ ایسا کیا، تو میں تیرے ساتھ بُرائی سے پیش آؤں گا (عبدالرزاق)

اس طرح کا مضمون حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ کی سند سے بھی مروی ہے (شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۹۰، فصل فی کیفیۃ السلام، وکیفیۃ الرد)

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں تین کلمات یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مسنون ہیں، ان کلمات کے ساتھ دوسرے کلمات مثلاً ومغفرتہٗ وغیرہ ملانا مسنون نہیں، جیسا کہ بعض صحابۂ کرام سلام میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے زیادہ کرنے کو ناپسند فرماتے تھے، اور ایسا کرنے سے منع بھی فرماتے تھے۔

اس کی بظاہر حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سلام کا مقصد دوسرے کو دعائیہ کلمات کہنا ہے، لیکن سلام کو اتنا زیادہ لمبا کردینا کہ جس سے سُننے والا ذہنی طور پر منتشر ہو، یا اُس کے کسی کام میں خلل پیدا ہو، مناسب نہیں (معارف القرآن عثمانی، تحت سورۃ النساء، آیت ۸۶)

اسی وجہ سے اگر کوئی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے تو پھر اضافے کے بغیر انہی الفاظ میں جواب دینا چاہئے، کیونکہ وبرکاتہٗ کے بعد مزید دوسرے الفاظ ملانا مسنون نہیں۔

چنانچہ حضرت زہرہ بن معبد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ :السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَقَالَ عُرْوَةُ: مَا تَرَكَ لَنَا فَضْلًا، إِنَّ السَّلَامَ انْتَهَى إِلَى: وَبَرَكَاتُهُ

(شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۶۷۵)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا، تو حضرت عروہ نے فرمایا کہ آپ نے ہمارے لیے (مزید) فضیلت (حاصل کرنے والے الفاظ) کو نہیں چھوڑا، اس لیے کہ وبرکاتہٗ پر سلام ختم ہو جاتا ہے (شعب الایمان)

مذکورہ احادیث و روایات سے سلام کے مسنون اور غیر مسنون الفاظ معلوم ہوئے، نیز سلام کے مسنون الفاظ پر ملنے والے اجر و ثواب کا بھی علم ہوا۔ لہٰذا سلام کے مسنون الفاظ اختیار کرنے چاہئیں، اور غیر مسنون الفاظ اختیار کرنے سے پرہیز کرنا اور بچنا چاہئے۔

مقالات ومضامین   مفتی محمد رضوان

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۳)

تارکِ شراب آخرت کی شراب کا مستحق اور شرابی محروم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیه وَسَلَّم قَالَ: مَنُ تَرَکَ الُخَمُرَ، وهُوَ یَقُدِرُ عَلَیُهِ لَأَسُقِیَنَّهُ مِنُهُ فِیُ حَظِیُرَةِ الُقُدُسِ، وَمَنُ تَرَکَ الُحَرِیُرَ، وهُوَ یَقُدِرُ عَلَیُهِ لَأَکُسُوَنَّهُ إِیَّاہُ فِیُ حَظِیُرَةِ الُقُدُسِ (مسند البزار ،رقم الحدیث ۷۳۸۱) ۱ے

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب کو چھوڑ دیا، حالانکہ وہ اس پر قادر تھا، تو میں اس کو ضرور جنت کی شراب پلاؤں گا، اور جس نے ریشمی لباس کو چھوڑ دیا، حالانکہ وہ اس پر قادر تھا، تو میں اس کو ضرور جنت کا لباس پہناؤں گا (بزار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوُلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ : مَنُ سَرَّهُ أَنُ یَّسُقِیَهُ اللّٰہُ الُخَمُرَ فِی الُآخِرَةِ فَلُیَتُرُکُهَا فِی الدُّنُیَا، وَمَنُ سَرَّهُ أَنُ یَّکُسُوَہُ اللّٰہُ الُحَرِیُرَ فِی الُآخِرَةِ فَلُیَتُرُکُهُ فِی الدُّنُیَا (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۸۸۷۹) ۲ے

۱ے قال المنذری: رَوَاہُ الُبَزَّار بِإِسُنَاد حسن وَیَأْتِی فِی بَاب شرب الُخمر أَحَادِیث نَحُو هَذَا إِن شَاءَ الله تَعَالَی(الترغیب والترهیب ،للمنذری، کتاب اللبَاس والزینة التَّرُغِیب فِی لبس الُأَبُیَض من الثِّیَاب)

وقال الهیثمی:رواہ البزار، وفیه شعیب بن بیان قال الذهبی :صدوق، وضعفه الجوزجانی، والعقیلی، وبقیة رجاله ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۸۲۱۸،باب فیمن ترک الخمر والحریر لله)

۲ے قال المنذری:رواہ الطبرانی فی الأوسط ورواته ثقات إلا شیخه المقدام بن داود وقد وثق وله شواهد(الترغیب والترهیب، ج۳ص۸۴، کتاب اللباس والزینة)

وقال الهیثمی:رواہ الطبرانی فی الأوسط عن شیخه المقدام بن داود وهو ضعیف، وبقیة رجاله ثقات. وقد تقدم حدیث أبی أمامة قبل هذا بباب (مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۸۲۱۷)

وقال العراقی:أخرجه الطبرانی فی الأوسط بإسناد حسن وللنسائی بإسناد صحیح "من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسه فی الآخرة ومن شرب الخمر فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة (المغنی عن حمل الاسفار، ج۱ ص۱۹۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں شراب پلائیں، تو اس کو چاہئے کہ وہ دنیا میں شراب کو چھوڑ دے، اور جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں ریشم پہنائیں، تو اس کو چاہئے کہ وہ دنیا میں ریشم کو چھوڑ دے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے نفس اور خواہش پر قابو پا کر دنیا میں شراب کو چھوڑ دے، تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں عظیم شراب پلائیں گے، جو حقیقی شراب ہوگی، اور دنیا کی شراب کی طرح عقل میں فتور اور صحت میں بگاڑ پیدا کرنے والی نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ (بخاری، رقم الحديث ۵۵۷۵، مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے توبہ نہیں کی، تو وہ آخرت کی شراب سے محروم کر دیا جائے گا (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۳۷۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، وہ آخرت کی شراب نہیں پیئے گا (ابنِ ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا میں شراب پیئے، اور اس سے توبہ نہ کرے، تو وہ آخرت کی شراب سے محروم کیا جائے گا، اور آخرت کی شراب سے محروم کئے جانے کے ساتھ ساتھ جنت سے بھی محروم کر دیا جائے گا، جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسا شخص اگر دیگر نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل بھی کر دیا گیا، تب بھی آخرت کی شراب کا مستحق نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] (ومن شرب الخمر فی الدنيا فمات وهو يدمنها) أی يداوم علی شربها بأن (لم يتب) عنها حتی مات علی ذلک (لم يشربها فی الآخرة) أی إن كان مستحلا لها أو المراد به الزجر الأكيد والوعيد الشديد، وفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوطلق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، فَجَاءَ صُحَارُ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا تَرٰى فِيْ شَرَابٍ نَصْنَعُهُ بِأَرْضِنَا، مِنْ ثِمَارِنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَأَلَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، حَتّٰى قَامَ فَصَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنِ السَّائِلُ عَنِ الْمُسْكِرِ؟ لَا تَشْرَبْهُ، وَلَا تَسْقِهِ أَخَاكَ الْمُسْلِمَ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ- أَوْ فَوَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهِ- لَا يَشْرَبُهُ رَجُلٌ ابْتِغَاءَ لَذَّةِ سُكْرِهِ، فَيَسْقِيَهُ اللّٰهُ الْخَمْرَ يَوْمَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النهاية :هذا من باب التعليق بالبيان، أراد أنه لم يدخل الجنة ;لأن الخمر من شراب الجنة فإذا لم يشربها فى الآخرة لم يدخل الجنة، قال النووى :قيل يدخل الجنة ويحرم عليه شربها فإنها من فاخر أشربة الجنة، فيحرمها هذا العاصى بشربها فى الدنيا، وقيل :إنه ينسى شهوتها ;لأن الجنة فيها كل ما تشتهى الأنفس وقيل :لا يشتهيها وإن ذكرها، ويكون هذا نقصا عظيما بحرمانه عن أشرف نعيم الجنة، قلت :ونظيره حرمان المعتزلى ونحوه عن الرؤية، ويمكن أن يقيد الحرمان بمقدار مدة عيش العاصى فى الدنيا أو المراد أنه لم يشربها فى الآخرة مع الفائزين السابقين فى دخول الجنة، أو لم يشربها شربا كاملا فى الكمية والكيفية بالنسبة إلى التائبين، والله تعالى أعلم (رواه مسلم) وكذا أحمد والأربعة وفى الجامع الصغير :من شرب الخمر فى الدنيا ثم لم يتب منها حرمها فى الآخرة ."رواه أحمد والشيخان والنسائى وابن ماجه عن ابن عمر(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٣٨٤، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

قوله :(حرمها) بضم الحاء وكسر الراء المخففة على صيغة المجهول وهو متعد إلى المفعولين لأنه ضد أعطت أى :لا يشربها كما قال تعالى :(وأنهار من خمر لذة للشاربين)فإن قلت :المعصية لا توجب حرمان الجنة .قلت :يدخلها ولا يشرب من نهرها فإنها من فاخر شراب أهلها .فإن قلت :فيها كل ما تشتهى الأنفس .قلت قيل :إنه ينسى شهوتها، وقيل :لا يشتهيها وإن ذكرها .وقال القرطبى :ظاهر الحديث تأبيد التحريم، فإن دخل الجنة شرب من جميع أشربتها إلا الخمر، ومع ذلك فلا يتألم لعدم شربها ولا يحسد من يشربها ويكون حاله كحال أصحاب المنازل فى الخفض والرفعة فكما لا يشتهى منزلة من هو أرفع منه لا يشتهيها أيضا، وليس ذلك بعقوبة له .قال تعالى :(ونزعنا ما فى صدورهم من غل إخوانا)وقيل :إنه يعذب فى النار فإذا خرج من النار بالرحمة وبالشفاعة ودخل الجنة لم يحرم شيئا .قولنا :فى لبس الحرير والشرب فى آنية الذهب والفضة .وقال أبو عمر :قال بعض من تقدم :إن من شرب الخمر ثم لم يتب منها لم يدخل الجنة وهو مذهب غير مرضى عندنا إلا إذا كان على القطع فى إنفاذ الوعيد، ومحمله عندنا أنه لا يدخل الجنة إلا أن يغفر الله له إذا مات غير تائب منها كسائر الكبائر، وكذلك قولهم :لم يشربها فى الآخرة معناه :عندنا إلا أن يغفر الله له فيدخل الجنة ويشربها وهو عندنا فى المشيئة، إن شاء غفر له وإن شاء عذبه، فإن عذبه بذنبه ثم أدخله الجنة برحمته لم يحرمها إن شاء الله عز وجل(عمدة القارى، ج ٢١ ص ١٦٣، ١٦٤، كتاب الاشربة)

الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۰۰۹/۳۲) ۱؎

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو صحار عبد القیس (قبیلہ کے لوگ) آئے، انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس شراب کے بارے میں کیا رائے ہے، جو ہم اپنی زمین میں اپنے پھلوں سے بناتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، یہاں تک کہ انہوں نے آپ سے تین مرتبہ سوال کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر نماز پڑھی، پھر نماز پوری فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب کے بارے میں سوال کرنے والے کہاں ہیں؟ (پھر فرمایا کہ) آپ شراب نہ پئیں، اور نہ اپنے مسلمان بھائی کو پلائیں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یا اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے، جو آدمی بھی نشہ کی لذت حاصل کرنے کے لئے شراب کو نہیں پیتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شراب پلائیں (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص آخرت کی شراب سے محروم رہے گا۔ ۲؎

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ کی لذت حاصل کرنے کے لئے شراب پیتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شراب سے محروم فرمائیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے نیک اور جنتی بندوں کے لئے آخرت اور جنت میں عالی شان مشروبات کا انتظام فرما رکھا ہے، جن میں عالی شان شراب بھی داخل ہے۔

قرآن مجید اور احادیث میں کئی مقامات پر اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ، فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا

۱؎ فی حاشية مسند احمد: المرفوع منه صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن.

۲؎ عن سراج بن عقبة، عن عمته خلدة ابنة طلق قالت: حدثنى أبى قال: كنا عند نبى الله صلى الله عليه وسلم جلوسا، فجاء صحار بن عبد القيس، فقال: يا نبى الله، ما ترى فى شراب نصنعه من ثمارنا؟ فأعرض عنه، حتى سأله ثلاث مرات، فقام النبى صلى الله عليه وسلم، فلما قضى قال: من السائل عن المسكر؟ قال: أنا قال: لا تشربه، ولا يشربه أحد من المسلمين، فوالذى نفسى بيده، ما شربه أحد قط ابتغاء لذة مسكرا إلا لم يسقه الله يوم القيامة (معجم الصحابة لابنِ قانع، رقم الحديث ۷۶۳)

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (سورة محمد آیت ۱۵)

ترجمہ: اس جنت کی مثال جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو سڑنے والا نہیں، اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلے گا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت والی ہے، اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو صاف ہیں، اور ان کے لئے وہاں ہر طرح کے پھل ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت بھی (سورہ محمد)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ. مُتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِيْنَ. يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ. بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَعِيْنٍ. لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (سورة الواقعة، آیت ۱۵ تا ۱۹)

ترجمہ: سونے کے جڑاؤ تختوں کے اوپر ٹیک لگا کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے، ان کے ارد گرد چکر لگائیں گے ہمیشہ نوعمر رہنے والے لڑکے، ایسے کٹورے اور صراحیاں اور پیالے (مشروب سے بھرے ہوئے) لے کر جو صاف ہوں گے، نہ تو اس سے ان کے سر چکرائیں گے اور نہ ہی ان کی عقلوں میں کوئی فتور آئے گا (سورہ واقعہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: أَنَّهٗ رَأٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ شَجَرَةً، إِنَّهَا لَتُغَطِّي الْخَلْقَ كُلَّهُمْ، وَبَنِيْ آدَمَ، يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ الْأَرْبَعَةُ: نَهَرٌ مِنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ، وَنَهَرٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ، وَنَهَرٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ، وَنَهَرٌ مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (صفة الجنة لابی نعیم اصبهانی، حدیث نمبر ۳۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں ایک درخت دیکھا، جس نے سب مخلوق اور بنی آدم کو ڈھانکا ہوا تھا (جو سدرۃ المنتہیٰ ہے) اور اُس کے نیچے سے چار نہریں نکل رہی تھیں، ایک نہر دودھ کی، جس کا ذائقہ بدلنے والا (یعنی خراب ہونے والا) نہیں تھا، دوسری نہر شراب کی، جو پینے والوں کے لیے لذّت والی تھی، اور تیسری نہر پانی کی، جو خراب ہونے والی نہیں تھی، اور چوتھی نہر صاف شفاف شہد کی (صفۃ الجنۃ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُـمَّ انْتَهٰـى إِلَى السِّدْرَةِ، فَقِيْلَ لَهُ: هٰـذِهِ السِّـدْرَةُ يَنْتَهِيْ إِلَيْهَا كُلُّ أَحَدٍ خَلا مِنْ أُمَّتِكَ عَـلٰـى سُـنَّتِكَ، فَـإِذَا هِـىَ شَجَرَةٌ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ، وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (تفسير الطبرى، ج۱۷ ص۳۳۷، تحت آيت ۱ من سورة الاسراء)

ترجمہ: پھر نبی علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے گئے، تو نبی علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ سدرہ ہے کہ جہاں تک ہر وہ شخص جو آپ کی امت میں سے آپ کے طریقہ پر ہے، پہنچتا ہے، پس وہ ایک ایسا درخت تھا، جس کی جڑ سے ایسے پانی کی نہریں نکل رہی تھیں، جو خراب ہونے والی نہیں تھیں، اور ایسے دودھ کی نہریں نکل رہی تھیں، جن کا ذائقہ بدلنے والا (یعنی خراب ہونے والا) نہیں تھا، اور ایسی شراب کی نہریں نکل رہی تھیں، جو پینے والوں کے لیے لذّت والی تھیں، اور ایسی شہد کی نہریں نکل رہی تھیں، جو خالص تھا (طبری)

جنت کی ان چار نہروں کا ذکر دوسری احادیث میں بھی ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَـمِـعْـتُ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِى الْجَنَّةِ بَحْرُ اللَّبَنِ، وَبَحْرُ الْمَاءِ، وَبَحْرُ الْعَسَلِ، وَبَحْرُ الْخَمْرِ، ثُمَّ تَشَقَّقُ الْأَنْهَارُ مِنْهَا بَعْدُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ جنت میں دودھ کا سمندر ہے، اور پانی کا سمندر ہے، اور شہد کا سمندر ہے، اور شراب کا سمندر ہے، پھر ان سے آگے مزید نہریں پھوٹتی ہیں (مسند احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی شراب کے بارے میں فرمایا کہ:

---

[1] حديث نمبر ۲۰۰۵۲، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، ترمذى، حديث نمبر ۲۵۷۱، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ۷۴۰۹.

قال الترمذى: " هٰـذَا حَـدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَالِدُ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، وَالجُرَيْرِيُّ يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍ وَاسْمُهُ :سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ "

وفى حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

شَرَابٌ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلٰى مَذَاقَةً مِّنَ الْعَسَلِ، وَأَطْيَبُ رِيْحًا مِّنَ الْمِسْكِ (مسند الشاميين، رقم الحديث ۱۹۶۸)

ترجمہ: دودھ سے زیادہ سفید شراب ہے، اورذائقہ میں شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اورخوشبو میں مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے(طبرانی)

فائدہ: یہ جنت کی عالیشان نہریں ہیں، جوجنتیوں کونصیب ہوں گی۔ [1]

مگراحادیث سے معلوم ہواکہ دنیامیں شراب پینے والاان سے محروم رہے گا۔

لہٰذاجوشخص یہ چاہے کہ وہ آخرت اور جنت کی عالی شان شرابوں سے مستفیداورسیراب ہوتواسے چاہئے کہ وہ دنیامیں شراب نوشی سے پرہیز کرے، اوردنیامیں شراب کے نشہ کی خاطراپنے آپ کوآخرت اور جنت کی عالی شان شراب سے محروم نہ کرے۔ (جاری ہے............)

---

[1] (إن فى الجنة بحر الماء) غير آسن (وبحر العسل) أى المصفى (وبحر اللبن) أى الذى لم يتغير طعمه (وبحر الخمر) الذى هو لذة للشاربين (ثم تشقق الأنهار بعد) قال الطيبى رحمه الله تعالى :يريد بالبحر مثل دجلة والفرات ونحوهما وبالنهر مثل نهر معفل حيث تشقق منها جداول وخص هذه الأنهار بالذكر لكونها أفضل أشربة النوع الإنسانى فالماء لريهم وطهورهم والعسل لشفائهم ونفعهم واللبن لقوتهم وغذائهم والخمر للذتهم وسرورهم وقدم الماء لأنه حياة النفوس وثنى بالعسل لأنه شفاء للناس وثلث باللبن لأنه الفطرة وختم بالخمر إشارة إلى أن من حرمه فى الدنيا لا يحرمه فى الآخرة(حم ت عن معاوية بن حيدة) بفتح الحاء المهملة بن معاوية بن كعب القشيرى صحابى نزل البصرة(فيض القدير للمناوى، ج۲ص۴۶۶،تحت حديث رقم ۲۳۱۶)

(وعن حكيم بن معاوية) أى النميرى، قال البخارى :فى صحبته نظر، وروى عن ابن أخيه معاوية بن حكيم، وقتادة -رضى الله عنهم -كذا ذكره المؤلف .(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :(إن فى الجنة بحر الماء ، وبحر العسل، وبحر اللبن، وبحر الخمر، ثم تشقق الأنهار بعد) قال الطيبى -رحمه الله :-يريد بالبحر مثل دجلة والفرات ونحوهما، وبالنهر مثل نهر معقل حيث تشقق من أحدهما، ثم منه تشقق جداول، انتهى .والظاهر أن المراد بالبحار المذكورة هى أصول الأنهار المسطورة فى القرآن، كما قال تعالى :(فيها أنهار من ماء غير آسن وأنهار من لبن لم يتغير طعمه وأنهار من خمر لذة للشاربين وأنهار من عسل مصفى) وقوله :ثم تشقق بحذف إحدى التاء ين أى :تفترق الأنهار إلى الجداول بعد تحقق الأنهار إلى بساتين الأبرار وتحت قصور الأخيار، على أنه قد يقال :المراد بالبحار هى الأنهار، وإنما سميت أنهارا لجريانها بخلاف بحار الدنيا، فإن الغالب منها أنها فى محل القرار(مرقاة المفاتيح،ج۶ص۳۵۹۸، باب صفة الجنة واهلها)

مقالات ومضامین مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط ۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور خلیفہ ثالث ہیں وہ بھی جاہلیت اور اسلام دونوں میں تاجر رہے اور اسی پیشے کو انہوں نے اختیار کیے رکھا، ان کا تاجر ہونا تو سلف کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے، ان کو تجارت اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی، ان کے والد بھی بہت بڑے تاجر تھے اور تجارتی سفر بھی کیا کرتے تھے، ان کا انتقال بھی شام کی طرف کیے جانے والے ایک سفر تجارت میں ہوا (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۹ ص ۶، ذکر عثمان بن عفان بن ابی العاص)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عموماً اپنا مال لوگوں کو بطور مضاربت کے دیا کرتے تھے، علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مضارت کے لیے اپنا مال بطورت مضابت کے دیا تھا اور نفع نصف نصف طے کیا تھا (الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر لباس عثمان، ج۳ ص ۶۰)

بلکہ اسلام میں سب سے پہلے مضاربت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مال سے شروع ہوئی وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کارندے کو بھیجا کہ ان لوگوں کو بازار سے اٹھا دیا جائے جو فقیہ نہیں اور بازار کے احکام کو نہیں جانتے جن لوگوں کو اٹھایا گیا ان میں یعقوب مولی الحرقة بھی تھے انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مضاربت پر مال دیا اور نفع نصف نصف طے کیا اور یہ فرمایا کہ اگر تمہارے اوپر کوئی اعتراض کرے تو اس سے کہہ دینا کہ یہ عثمان کا مال ہے چنانچہ وہ مال لے کر گئے اور یہ کہا کہ یہ عثمان کا مال ہے تو ان کو بازار سے نہیں اٹھایا گیا اور انہوں نے مضاربت کی اور مال کو دوگنا کر کے لائے (منح الجلیل شرح مختصر خلیل ج ۱۵ ص ۲۹۹، باب فی بیان القرض)

ابو جعفر نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کے باغ کی آمدنی ایک لاکھ درہم تھی (الحث علی التجارة والصناعة : ج ۱ ص ۴۸، رقم الاثر ۴۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی تجارت گو کی ہے لیکن اس کا مقصد محض مال کو جمع کرنا، حب مال اور دنیا کی لالچ اور حرص نہ تھی بلکہ اس کا مقصد اپنے مال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی خدمت اور دینی منصوبوں میں تعاون تھا چنانچہ انہی کے مال سے دین بڑے اور اہم منصوبے تکمیل پائے اور اس پر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، ان منصوبوں میں سے چند کا تذکرہ یہاں مناسب ہوگا:

(۱) جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو پینے کا صاف اور میٹھا پانی ان کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے مسلمان مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے تھے، صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اور وہ بھی ایک یہودی کے قبضے میں تھا وہ اس کا پانی اپنی من مانی قیمت پر بیچتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس کنواں کو خرید کر اللہ تعالی کی راہ میں وقف کرے گا اسے جنت ملے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں اس کو خرید کر لوگوں کے لیے وقف کر دیا۔

(۲) مسجد نبوی پہلے بہت چھوٹی تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو تنگی ہوتی تھی، اس کے قریب ایک جگہ بک رہی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس زمین کو خرید کر میری مسجد میں شامل کر دے اسے جنت ملے گی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس یا پچیس ہزار میں اسے خرید کر مسجد میں شامل کیا (فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ص ۱۰۲، رقم الحدیث ۱۰۱)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے ایک شخص سے کہا تم اپنا گھر مجھے بیچ دو تا کہ میں اسے مسجد حرام میں شامل کروں اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی گھر نہیں اگر میں نے یہ گھر آپ کو بیچ دیا تو میرے اور میرے بچوں کے لیے مکہ میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا تم مجھے اپنا گھر بیچ دو تا کہ اسے مسجد حرام میں شامل کروں اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ کہنے لگا مجھے نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ میرا یہ ارادہ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ شخص چونکہ زمانہ جاہلیت میں حضرت عثمان کا ساتھی اور دوست تھا، اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں اضافے کے لیے تجھ سے مکان خریدنے کی پیشکش کی ہے اور اس بدلے جنت کی ضمانت دی ہے، اور تو نے انکار کر دیا ہے، اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ اس سے وہ گھر دس ہزار دینار میں خریدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ فلاں شخص سے مکان لینا چاہتے ہیں تا کہ اسے مسجد حرام میں شامل کر کے اضافہ کریں، اور اس کے بدلے میں آپ جنت

میں گھر کی ضمانت دیتے ہیں، اب وہ گھر میرا ہے کیا آپ مجھ سے جنت کے گھر کے بدلے وہ گھر لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ گھر لیا اور اس کے بدلے جنت میں گھر کی ضمانت دی، اور اس پر مسلمانوں کو گواہ بھی بنایا(فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

(۳)غزوہ تبوک میں جب مسلمانوں پر افلاس طاری تھا، اور بڑی تکلیف اور شدت تھی جس کی وجہ سے اس غزوہ کو جیش العسر ۃ کہا جاتا ہے، اس غزوہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے چندہ اور مدد طلب کی تھی تا کہ فوج کی ضروریات پوری کی جاسکیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لشکر کے لیے سامان مہیا کرے گا اس کو جنت ملے گی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سو اونٹ بمع ساز وسامان کے دوں گا، آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا جو شخص لشکر کا سامان پورا کرے گا اسے جنت ملے گی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں دوسو اونٹ دوں گا ۔آپ نے تیسری مرتبہ ترغیب دی حضرت عثمان پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں تین سو اونٹ دوں گا۔آپ نے چوتھی مرتبہ پھر فرمایا تو یہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لاکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے بیٹھ گئے اور ان اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتے اور فرماتے تھے آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں کوئی عمل ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا(تاریخ دمشق لابنِ عساکر، ج۳۹ص ۱۵، ۲۰، ۵۳، ۵۷، ۵۹، ذکر عثمان بن عفان بن ابی العاص)

وہ اپنے مال سے مستحق اور ضرورتمند لوگوں کی مدد بھی کیا کرتے تھے، اور ان پر بڑے کھلے دل سے اپنے مال کو خرچ کیا کرتے تھے، ان کی سخاوت کے عجیب وغریب واقعات منقول ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)وہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے، البتہ اگر ان کے پاس اتنا مال نہ ہوتا جس سے غلام آزاد کرسکیں تو بعد میں اس کے بدلے ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے(حوالہ بالا: ج۳۹ص۵۹)

(۲)ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سخت قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے۔ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج شام تک اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی کو دور کردے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلے کے آئے اور مدینہ کے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سامان کی خریداری کے لیے پہنچے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ملک شام کے غلے کے خریداری پر تم لوگ کس قدر نفع دوگے؟ انہوں نے کہا دس روپے کے سامان پر بارہ روپے دیں گے

،حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے، اسی طرح بات چیت چلتی رہی آخر تاجروں نے کہا جو مال آپ نے دس روپے میں خریدا ہے ہم اس پر پندرہ روپے دیں گے، حضرت عثمان نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہا وہ زیادہ دینے والا کون ہے؟ مدینہ کے تاجروں میں تو ہم ہی لوگ ہیں اور کوئی نہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایک روپے کے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ تاجروں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کو میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ سارا غلہ اللہ تعالی کی راہ میں مدینہ کے فقراء کو دے دیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سفید رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہیں نور کا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے اور جانے میں عجلت فرما رہے ہیں، میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے آپ کی زیارت کا بہت زیادہ اشتیاق تھا تو آپ نے فرمایا مجھے اس وقت جانے کی جلدی ہے، اس لیے کہ عثمان نے ایک ہزار اونٹ غلے کے خیرات کیے ہیں اور خدا نے انہیں قبول فرما لیا ہے جس کے بدلے جنت کی ایک حور سے ان کا نکاح ہوگا، مجھے ان کی محفل عروسی میں شریک ہونا ہے (لکھنوی، فاروقی، عبدالشکور مولانا، سیرۃ خلفاء راشدین: ص ۲۰۴، ۲۰۵، مکتبۃ الحسن لاہور)

وہ مشکل وقت میں اپنے مال سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بڑی خدمت کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چار دن مسلسل فاقے آگئے اور آپ کی اور آپ کے گھر والوں کی ضعف وکمزوری کی وجہ سے عجیب حالت ہوگئی، یہاں تک کہ بچے بلکنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو پوچھا کیا میرے بعد کچھ آیا ہے؟ ہم نے کہا کہ آپ کے ہاتھ سے نہیں آیا تو اور کس کے ہاتھ آئے گا؟ آپ نے وضو کیا اور باہر نکلے کبھی ایک جگہ نماز پڑھتے کبھی دوسرے جگہ اور دعا مانگتے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شام کو آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی پہلے میں نے سے سوچا کہ ان کو واپس کر دوں لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ یہ ایک مال دار آدمی ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہو میں نے انہیں اجازت دے دی، انہوں نے پوچھا اماں جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میں نے کہا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا، آپ آئے تھے اور پوچھا کہ کھانے کو کچھ آیا ہے کہ نہیں میں ان کو یہ

جواب دیا ہے اس کے بعد آپ پھر واپس چلے گئے ہیں۔ وہ رونے لگے اور کہا ام المؤمنین عجیب بات ہے کہ آپ پر اتنی مشکل آئی اور آپ نے مجھے، عبدالرحمٰن بن عوف اور ثابت بن قیس جیسے مالدار لوگوں کو نہیں بتایا، پھر وہ گئے اور انہوں نے کئی بورے آٹے، کئی بورے گیہوں، کئی بورے چھواروں کے اور بکری کا گوشت اور تین سو روپے بھیجے، ان کے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کے پکانے میں دیر ہوگی میں پکا ہوا کھانا بھی بھیجتا ہوں، چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کرا کر بھیجا، اور کہنے لگے آپ لوگ کھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کر کے رکھ لیں، پھر مجھ سے قسم لی کہ آئندہ جب بھی ایسی صورت حال پیش آئی آپ ضرور مجھے بتائیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرے بعد آپ کو کچھ ملا؟ میں نے کہا آپ دعا کرتے ہوئے نکلے تھے اور آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا رد نہیں کرتے، پھر آپ کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ کیا کیا آیا ہے، آپ نے پوچھا کہ کون لایا ہے؟ میں نے کہا عثمان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد کی طرف جانے لگے تو ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور یہ فرما رہے تھے اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، تین دفعہ آپ نے یہ فرمایا (تاریخ دمشق، ج ۳۹ ص ۵۳، ذکر عثمان بن عفان بن ابی العاص)

معلوم ہوا کہ دنیا کی تجارت ضرور کرنی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آخرت تجارت کو نہیں بھولنا چاہیے، اور آخرت کی تجارت یہ ہے کہ دنیا کے کاروبار سے کمایا ہوا مال غریب، مستحق اور ضرورت مند لوگوں پر خرچ کیا جائے اس طرح کا کوئی بھی موقع آئے تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے۔ دین کی ضروریات، کارِ خیر کے منصوبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے، جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا (جاری ہے)

ہفتہ وار اصلاحی مجلس

ادارہ غفران میں

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس بروز اتوار، صبح دس بجے ہوتی ہے۔

انتظامیہ: ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی فون: 051-5507270-5507530

بسلسلہ : تاریخی معلومات **6** **مولانا طارق محمود**

ماہِ جمادی الاخریٰ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۵۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان عکبری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۱۲۵)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۵۹ھ: میں حضرت ابومسلم محمد بن علی بن محمد بن حسین بن مہر بزد اصبہانی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۱۴۷)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۳ھ: میں حضرت ابوعمر عبدالواحد بن احمد بن ابی القاسم بن محمد بن داؤد بن ابی حاتم ملیحی ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۵۵)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۵ھ: میں عضد الدولہ سلطان ابوشجاع الپ ارسلان محمد بن سلطان جغر بیک داؤد بن میکائیل بن سلجوق بن تقاق بن سلجوق ترکمانی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ص۴۱۷)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۶ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد بن علی بن سلیمان تمیمی دمشقی کتانی صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۴۹، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۴۱)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۸ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی واحدی نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۴۲)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن عبدالرحیم بن احمد اسماعیلی نیشاپوری حاکم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۵۰)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن احمد بن مجیب بن مجمع بن بحر بن معبد بن ہزار مرد صریفینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۳۲)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابومنصور عمر بن احمد بن محمد بن موسیٰ جوری حنفی صوفی عابد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۵۸)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۷۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ عبدی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۴۴۱)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۷۶ھ: میں ابوبکر عتیق مغربی بکری اشعری کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۶۲)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۷۶ھ: میں حضرت ابوطاہر محمد بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابی الصقر لخمی انباری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۷۹)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۲ھ: میں شیخ الشافعیہ حضرت ابوالقاسم علی بن ابی یعلیٰ مظفر بن حمزہ بن زید علوی حسینی شافعی دبوسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۹۴)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۳ھ: میں حضرت ابوالحسین عاصم بن حسن بن محمد بن علی بن عاصم بن مہران عاصمی بغدادی کرخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۶۰۰)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ مالک بن احمد بن علی بن ابراہیم بانیاسی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۲۷)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن عبدالملک بن علی بن موسیٰ بن اسرافیل نسفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۱۴۴)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن محمد بن علی بن احمد بن ابوالعلاء مصیصی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۳۱)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۷ھ: میں حضرت ابوعامر محمود بن قاسم بن ابومنصور محمد بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن محمد بن مقاتل بن صبیح بن ربیع بن عبدالملک مہلبی شافعی ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۳۴)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۸ھ: میں ابوشجاع ظہیرالدین محمد بن حسین بن محمد روزراوری کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۳۰)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۸۹ھ: میں حضرت ابوالولید ہشام بن احمد بن خالد بن سعید کنانی اندلسی طیطلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۱۳۶)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۰ھ: میں حضرت ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ بن محمد بن عبدوس روذباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۹۸)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۱ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن بشرویہ

اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۱۹)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۷ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن حسین بن زکریا طریثیثی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۱۶۰)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن ابوالقاسم علی بن احمد بن محمد بن بسری بندار بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۱۸۶)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۸ھ: میں حضرت ابوالمعالی ثابت بن بندار بن ابراہیم بن بندار دینوری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۰۵)

r ......ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۹۹ھ: میں حضرت ابوالبقاء معمر بن محمد بن علی بن اسماعیل کوفی حبال خزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۰۹)

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

P عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی و ریاضی دان (قسط۴)

(۹)......رسالہ وصف و موصوف: یہ بھی اصلاً وجود کے مسئلہ پر ہے، سیاق کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ عمر خیام کا رسالہ ''کون و تکلیف'' جو ابن سینا کے فاضل شاگرد کے سوالات کے جواب میں لکھا گیا، اس پر ارادات و اشکالات ہوئے، فاضل موصوف نے پہلے تین اشکالات یا سوالات کیے، جس کا جواب خیام نے لکھا، اور تین سوالوں کے یہ جواب رسالہ کون و تکلیف ہی کا تتمہ بنا، پھر اس تتمہ جواب پر بھی ارادات و اشکالات ہوئے، جن کے حل و تنقیح کے لیے خیام نے یہ زیرِ بحث رسالہ لکھا، رسالہ کا نام بظاہر رسالہ ہی کی بالکل ابتدائی عبارت سے ماخوذ ہے، یعنی رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے'' **الاوصاف للموصوفات علی ضربین**'' اور اسی طرح کی عبارت رسالہ کون و تکلیف کے تتمہ کا آغاز بھی ہے، جو تین سوالات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(۱۰)......نوروز نامہ: عمر خیام کی تصانیف میں اس کتاب کا انکشاف برلن (جرمن) کی اسٹیٹ لائبریری کے شعبہ مشرقی کے منتظم ڈاکٹر ویل نے کیا تھا، اور ویل ہی کی تحریک و ہدایت پر ''فریڈرک روزن'' نے رباعیات عمر خیام (مطبوعہ 1930ء) میں اس کتاب کے بعض مضامین کا انتخاب اور خلاصہ دیا تھا، نیز کتاب کے پہلے صفحہ کا عکس چھاپا تھا، لیکن سید صاحب نے اس کتاب کی عمر خیام کی طرف نسبت پر تحفظات ظاہر کیے ہیں کہ اس کتاب کے موضوع اور اسلوب کو دیکھتے ہوئے دل نہیں مانتا کہ یہ عمر خیام کی تالیف ہو (دیکھئے خیام ۲۴۲)

یہ کتاب بادشاہوں کی مصاحبت و ہم نشینی کے آداب، شاہی درباروں کے مشاغل و معمولات، مقتضیات اور تمدن و ثقافت کی بعض چیزوں پر مشتمل ہے، نیز ملکی پیداوار، خزائن و دفائن کے متعلق کچھ مباحث بھی اس میں شامل ہیں، مثلاً کتاب کے کچھ مباحث کے عنوانات یوں ہیں: اصل نوروز نامہ، قلم اور اس کی قسمیں، گھوڑوں کی قسمیں، تیر کمان کے متعلق، تلوار کے متعلق، باز کے شکار اور پرورش کا بیان، انگوٹھی کے متعلق، سونا (زر) اور اس کے متعلقہ امور، زمین کے چھپے ہوئے خزانوں کا معلوم کرنا، شراب کا تذکرہ اور اس کے

فوائد ونقصانات، خوبرو وحسین چہروں کے باب میں، وغیرہ وغیرہ۔

نوروز قدیم ایرانی شمسی کیلینڈر کی پہلی تاریخ تھی، جب سورج برج حمل میں ہوتا تھا، موجودہ شمسی کیلنڈر میں یہ 21 مارچ کی تاریخ بنتی ہے، ایرانی نوروز کو جشن بہاراں مناتے تھے، یہ تقریبات چودہ دن چلتی تھیں، سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین بابر کا مشہور شعر ہے۔

نوروز ونو بہارے ودل ربا خوشت است   بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

(۱۱)...... **رباعیات فارسی اور بعض عربی اشعار**: عمر خیام ایک فلسفی وریاضی دان ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھا، اور صاحب دل وصاحب درد شاعر تھا، اس کی شاعری کوئی پیشہ ورانہ شاعری نہ تھی، بلکہ ذوق و وجدان اور علم وآگہی کی شاعری تھی، مزے کی بات یہ ہے کہ انیسویں صدی میں مغربی فضلاء، مستشرقین نے عمر خیام کو رباعی گو شاعر کی حیثیت سے ہی دنیا کے سامنے پیش کیا، اور اس کی رباعیات کے مجموعے شائع کیے، اور اس کی شاعری پر زور تحقیق صرف کیا، جس کے نتیجہ میں پہلے وہ مغربی دنیا میں اور پھر مشرق میں بھی ایک رباعی گو شاعر کی حیثیت سے متعارف ہوا، فلسفہ وحکمت اور ریاضیات جو اس کا اصل میدان ہے جس میں اس کے جوہر کھلے (اور اپنے زمانے میں بھی، اور بعد کے سب زمانوں میں بھی اس کا لوہا مانا گیا) اس کی یہ حیثیت پس منظر میں چلی گئی، جبکہ اس کے برعکس اس کے ابتدائی سوانح نگاروں نے اس کی شاعری کی حیثیت کو موضوع بحث نہیں بنایا۔

اس کی شاعری کا تذکرہ اس کے ابتدائی سوانح نگاروں (بیہقی صاحب تاریخ الحکماء، عروضی سمرقندی صاحب چہار مقالہ) نے نہیں کیا، البتہ عماد کاتب اصفہانی نے خریدۃ القصر (تالیف کردہ ۵۷۲ھ) میں (جو اس عہد کے عربی فارسی شعراء کے سوانح پر لکھی گئی ہے) اور شہرزوری نے نزھۃ الارواح میں (۵۸۶ھ تا ۶۱۱ھ کے دوران لکھی گئی) اور قفطی نے اپنی تاریخ الحکماء (۶۴۲ تا ۶۴۶ھ کے زمانے میں لکھی گئی) میں عمر خیام کی شعر وشاعری کا ذکر کیا ہے، شہرزوری کے عربی نسخہ میں ہے:

"وله اشعار حسنة مليحة بالعربيه والفارسية" (دیکھئے خیام ۲۴۴)

(رباعیات خیام کا انتخاب، ہم ترجمہ وتشریح کے ساتھ آگے اپنے اس مضمون میں پیش کریں گے، اگر میرے اللہ نے چاہا۔ امجد)

رباعیات کے علاوہ خیام کے مکاتیب کا بھی ذکر ملتا ہے، لیکن سید صاحب کے بقول یہ گم شدہ ہیں (متاع گم گشتہ ہے جس کا سراغ نہیں پایا جاسکا)

(۲۱)...... زیچ ملک شاہی: عمر خیام نے اپنے زمانے کے عظیم سلجوقی بادشاہ ملک شاہ [1] (جس کی سلطنت اپنے وقت کی سب سے عظیم، مستحکم، وسیع اور خوشحال اسلامی سلطنت تھی جو قسطنطنیہ (یورپ کے کنارے) سے کاشغر (چین) تک پھیلی ہوئی تھی، کے حکم پر رصد خانہ بنانے کے ساتھ ساتھ ایک دائمی تقویم اور کیلنڈر بھی بنایا تھا، جس کو زیچ ملک شاہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس زیچ کا تذکرہ محقق نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ) کی ''سی فصل'' کی ایک شرح جو عبدالواحد نامی ھیئت دان نے لکھی ہے میں کیا گیا ہے (سی فصل بھی تقویم کے موضوع پر ایک معروف ومحققانہ کتاب ہے جو صدیوں تک عالم اسلام میں مشہور رہی اور قدیم تعلیمی نصابات میں شامل درس ومطالعہ رہی ہے، ہمارے ادارے کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ ہے جو چند سال پہلے ہم نے پشاور سے لایا تھا۔ امجد) حاجی خلیفہ چلپی (متوفی ۱۰۶۸ھ) نے کشف الظنون میں ''سی فصل'' کی اسی شرح کے حوالے سے ہی زیچ ملک شاہی کا تذکرہ کیا ہے، نیز قطب الدین شیرازی (متوفی ۷۱۰ھ) کی تحفہ شاہیہ میں بھی اس زیچ کا تذکرہ ہے۔

زیچ ملک شاہی المعروف تاریخ جلالی کا پس منظر:...... روز وشب اور ماہ وسال کی تعیین وترتیب اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے طلوع وغروب اور آمد وجامد سے وابستہ و پیوستہ کر رکھی ہے، اس لیے قرآن مجید میں چاند کے متعلق ارشاد ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورة البقرة، آیت ۱۸۹)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں

---

[1] سلطان اعظم ملک شاہ سلجوقی پیدائش ۴۴۷ھ، سن تخت نشینی ۴۶۵ھ، سن وفات ۴۸۵ھ عالم اسلام کا باکمال انسان اور عبقری ونابغہ شخصیت نظام الملک طوسی اسی بادشاہ کا وزیر تھا، سلجوقی سلطنت کے عروج، ترقی، وسعت، استحکام، حسن انتظام، علم کے غلغلے اور علمی مراکز کے شیوع و پھیلاؤ میں اسی وزیر باتدبیر نظام الملک کی لیاقت، قابلیت، حسن انتظام، سعادت مندی، اور علم دوستی کو دخل ہے، ھیئت و فلکیات کے علم، تجربات، اور مشاہدات کو کمال تک پہنچانے کے لیے ایک رصد خانے کی تعمیر نظام الملک ہی کا منصوبہ تھا، منصوبے کے مطابق نظام الملک نے وقت کے سربرآوردہ ہیئت دانوں وفلکیات دانوں کو جمع کیا، ان ھیئت دانوں کی تعداد (قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کی مایہ ناز تصنیف ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کے مطابق'') آٹھ تھی لیکن ان کے نام نہیں دیے، ابن اثیر نے ''کامل'' میں ان میں سے تین حضرات کے نام دیے ہیں، عمر خیام، مظفر اسفرازی اور میمون بن نجیب واسطی، قطب الدین شیرازی کی تحفہ شاہیہ میں ایک مزید نام ابوالعباس لوکری کا ملتا ہے، شہرزوری میں ایک نام محمد بن احمد معموری بیہقی کا ملتا ہے۔ شہرزوری کے مطابق یہ صاحب رصد خانہ اصفہان (یعنی اسی رصد خانہ ملک شاہی میں اسماعیلی باطنیوں کی شرارت وشورش میں قتل ہوئے، اس طرح شہرزوری میں زیچ سنجری لکھنے کے حوالے سے ایک نام ابوالفتح عبدالرحمان شہرزوری کا آیا ہے، یہ چھ نام ہوئے، دو مزید نام عبدالرزاق کانپوری نے اپنی کتاب ''نظام الملک'' میں تقویم ابوضیاء نامی کتاب کے حوالے سے دیئے ہیں، ایک ابوالفتح ابن کوشک، دوم محمد خازن (دیکھئے، خیام، متعلقہ بحث)

(کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے وقت معلوم ہونے کے لئے ہے۔ [1]

مختلف قوموں نے سن و سال کی تعیین کے لیے چاند کو یا سورج کو معیار و مدار ٹھہرایا ہے، مشرق میں اور بالخصوص عربوں نے چاند کو اپنی تقویم و کیلنڈر کا محور بنایا جو انتیس یا تیس دنوں میں نیا ہوتا ہے، اسلام نے بھی مہینوں اور سالوں کا نظام چاند پر ٹھہرایا ہے، جیسے رمضان، حج، اشہر حرم، زکاۃ کا سال، بلوغ کی مدت، جبکہ یومیہ عبادات کے اوقات سورج کے طلوع وغروب کے ساتھ وابستہ کئے ہیں جیسے پانچوں نمازوں کے اوقات (**ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا "النساء"**) مشرق کے برخلاف مغربی قوموں نے سورج کو ماہ و سال کی تعیین کے لیے معیار ٹھہرایا، (مغرب میں مطلع عموماً صاف نہیں رہتا، شائد اسی وجہ سے تقویم کے لیے چاند کو مدار بنانا ان کے لیے قابل عمل نہ تھا۔ واللہ اعلم) بعض قوموں نے درمیانی راستہ بھی اختیار کیا کہ مہینہ تو قمری رکھا جبکہ سال شمسی مقرر کیا (جیسے قدیم یہود وقبط، اہل ایران اور اہل ہند) مہینہ قمری ہو اور سال شمسی تو چونکہ چاند کے بارہ دوروں میں ایک شمسی دورہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ چاند کے بارہ مہینوں کے دن 353 ہوتے ہیں جبکہ ایک شمسی دور 365 دن اور 6 گھنٹے کا ہوتا ہے، اس طرح چاند کے تین سالوں میں شمسی سال کے اعتبار سے ایک مہینہ کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چونکہ موسموں کا، بہار وخزاں، اور سردی و گرمی کا ادلنا بدلنا اور زراعت و پیداوار کا اگنا، کھیتوں کا کاشت ہونا، پکنا، کٹنا، شمسی سال کے ساتھ، سورج کی گردش اور دورے کے ساتھ وابستہ ہے، اس لیے جن قوموں نے چاند کے حساب پر کیلنڈر کی بنیاد رکھی ان کو بھی کاشت وغیرہ کے لیے سورج کے دورے کی، شمسی سال کی رعایت

---

[1] سورہ رحمٰن میں سورج چاند دونوں کے متعلق ارشاد ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۃ الرحمان، آیت ۵)

یعنی "سورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں"

سورہ یٰس میں ہے کہ:

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ. وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ. لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (سورۃ یسین، آیت ۳۷ تا ۴۰)

یعنی "اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے (یہ) خدائے غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں"

کرنی پڑی، چنانچہ اہل ایران قدیم زمانے میں یوں کرتے کہ مہینہ 30 دن کا شمار کرتے جس سے 12 ماہ کے 360 دن ہوتے اور 12 ماہ پورے ہونے پر پانچ دن بغیر کسی مہینے کے اضافی شمار کرتے (علمی اصطلاح میں خمسہ مسترقہ سے یہی پانچ دن مراد ہوتے ہیں) لیکن اس کے باوجود ہر سال جو چھ گھنٹے کا فرق رہ جاتا وہ چار برس میں ایک دن رات اور اور ایک سو بیس سال میں ایک ماہ بن جاتا، اس لیے یہ قدیم قومیں ہر ایک سو بیس سال بعد ایک مہینہ کا اضافہ اپنے کیلنڈر میں کرلیتیں، جس کو کبس یا کبیسہ کہا جاتا تھا، اس طرح ایران میں نوروز کا تہوار ہمیشہ اپنی جگہ برقرار رہتا، جس سے انتظامی ملکی سال کا آغاز ہوتا تھا، مسلمان جب جزیرہ عرب سے نکل کر عراق وعجم میں پھیل گئے اور تاج وتخت کے وارث بنے، تو عراق وشام وغیرہ میں زمینوں کی مالگذاری کی وصولی میں ان کو قمری سال سے حساب رکھنا مشکل ہوگیا (کیونکہ قمری سال کا ہر مہینہ، ہر تاریخ پورے شمسی اور فصلی سال میں گھومتا رہتا ہے) کہ مقررہ قمری مہینے میں زراعت تیار نہ ہوتی تھی، جبکہ سلطنت کے اخراجات اور باقی آمد وخرچ کا نظام قمری کیلنڈر کے مطابق ہوتا، اس مشکل کے حل کی طرف بظاہر سب سے پہلے مامون الرشید عباسی نے دھیان دیا، یہ غالباً ۲۰۸ھ کا زمانہ تھا، مامون کے دربار میں علمائے ہیئت وفلکیات کی رونق رہتی تھی، اس وقت اس کا ایک وقتی حل نکالا گیا، 34 سال بعد ۲۴۲ھ میں (اتنے عرصہ میں سالانہ گیارہ دن کے حساب سے ایک سال کا فرق شمسی وقمری سالوں میں ہوجاتا ہے) خلیفہ متوکل علی اللہ کے دور میں پھر ایک سال کا فرق شمسی وقمری کیلنڈروں میں ہوگیا، اور دو الگ الگ کیلنڈروں کی رعایت رکھنا مشکل ہوگیا، تب علی بن یحییٰ ماہر ہیئت وفلکیات (منجم) کے مشورے سے ایک قمری سال کو انتظامی دفاتر سے خذف کر کے مالیہ کے فصلی حساب کو برابر رکھا گیا (جاری ہے............)

TAMEER-E-PAKISTAN SCHOOL

تعمیرِ پاکستان سکول (نیشنل میڈیم)

زیرِ نگرانی: حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم ودیگر اہلِ علم

جدید تعلیم قومی اور دینی سوچ کے ساتھ

تعمیرِ پاکستان سکول: گلی نمبر 17، نزد ادارہ غفران، چاہ سلطان

(سلطان پورہ) راولپنڈی فون: 051-5780927

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

شیخ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ

شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک القشیری النیشابوری، پیدائش ۳۷۶ھ/۹۸۶ء، وفات ۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء۔

صوفیاء کے تیسرے طبقے میں آتے ہیں، اگر چہ آپ کی وفات تیسرے طبقے کے مشاہیر صوفیاء سے متاخر ہونے کی وجہ سے آپ کو چوتھے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے، عربی النسل تھے، (بنو قشیر بن کعب ایک مشہور عرب قبیلہ تھا، جس سے آپ تعلق رکھتے تھے) آپ کے آباؤ اجداد امویوں کے زمانے میں عرب سے نقل مکانی کر کے خراسان چلے آئے تھے، نیشاپور کے نواح میں آباد ہو گئے تھے، ابتدائی تعلیم عربی زبان وادب کی اپنے علاقے میں ابوالقاسم الایمانی سے حاصل کی، پھر نیشاپور چلے آئے، یہاں وقت کے مشاہیر سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، فقہ ابوبکر طوسی اور اصول فقہ مشہور اشعری امام وقت ابوبکر بن فورک (متوفی ۴۰۶ھ) سے پڑھی۔

پھر مزید علوم اشعریہ کے ہی امام وقت امام ابواسحٰق اسفرائنی (متوفی ۴18ھ) سے پڑھے، تعلیم سے رسمی فراغت پا کر اشعری امام قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) کی کتابوں کا مطالعہ کیا، علمی خوشہ چینی کے اسی زمانے میں تصوف وسلوک یعنی علوم باطنیہ کی تحصیل واصلاح وروحانی تربیت کے لیے وقت کے مشہور شیخ اور صوفی بزرگ ابوعلی دقاق سے وابستہ ہوئے، جو اس زمانے میں نیشاپور میں مسند رشد واصلاح پر متمکن تھے، اور چارسُو ان کی بزرگی اور شہرت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ [1]

قشیری افادہ واستفادہ کے ان مختلف مراحل سے گذر کر خراسان میں مرجع خلائق وامام وقت بنے، علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے جامع متبحر عالم وصوفی، جو بیک وقت فقیہ، اصولی، مفسر، محدث، متکلم، شاعر،

---

[1] تصوف کے سلسلوں میں ابوعلی دقاق ایک اہم کڑی ہیں، جو نیچے کی کڑیوں کو اوپر کے سلسلۂ ذہب سے جوڑتی ہے، آپ کے حالات، کمالات، کرامات، عجائبات، شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۷ھ) نے اپنی بلند پایہ تصنیف تذکرہ اولیاء میں جمع فرمائے ہیں۔ آپ کے ساتھ قشیری کے تعلق ومناسبت اور فیض باطنی میں رسوخ کے حاصل ہونے کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹی فاطمہ قشیری کے حبالۂ عقد میں آئی، شیخ ابوعلی دقاق کی وفات کے بعد آپ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی طرف رجوع ہوئے، اور ان کے حلقہ مریدی میں شامل ہوگئے (شیخ سلمی مشہور صاحب تصنیف صوفی بزرگ ہیں، اکابر ومشائخ صوفیاء کی تاریخ وسوانح پر آپ کی کتاب ''طبقات الصوفیاء'' ہے، جس میں 100 مشاہیر تصوف کے حالات آپ نے جمع کیے ہیں)

کاتب وخوش نویس، عربی ادب ولٹریچر کے شناور اور سب سے بڑھ کر تصوف کے امام وقت اور شیخ طریقت بنے، صاحب خرقہ وسجادہ ہوئے۔ [1]

ابتلاء وآزمائش

صاحب کمال عالم اور مرجع خلائق شیخ وقت بن جانے سے آپ کے کئی ہم عصر حاملین علم ومشیخت کو آپ سے حسد وعداوت پیدا ہوگئی، یہ حسد کا مرض اہل علم کی بڑی بیماری اور ان کے حق میں بڑی آفت ہے، اپنے معاصرین میں سے کسی کا رتبہ اپنے سے بلند ہوجائے تو کئی اہل علم باوجود علم وفضل وتقوی وطہارت کے گرانی وپریشانی محسوس کرنے لگتے ہیں، تاریخ اسلام اور مشاہیر کے سوانح حیات کے مطالعے سے یہ چیز بہت نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے۔ [2]

قشیری کی عظمت شان ورفعت مقام کی وجہ سے کئی اصحاب جبہ ودستار ان سے جلن وکڑھن محسوس کرنے لگے، اور بے بنیاد الزامات لگا کر آپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے لگے، سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اس ابتلا کا حال لکھا ہے، معاندین کے اس طبقہ میں کچھ معتزلہ صاحبان علم اور کچھ حنبلی اصحاب عمائم نمایاں تھے، جنہوں نے وقت کی سلجوقی حکومت کو آپ کے خلاف بھڑکایا، آپ کو گرفتار کرا کر وعظ وارشاد کی آپ کے لیے ممانعت کرادی، آپ کے تلامذہ ومریدین کو منتشر کردیا، آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم چلائی گئی، ابتلا وآزمائش کا یہ دور پندرہ سال پر محیط رہا۔

---

[1] الامام الفقیہ الاصولی، المتکلم، المفسر، النحوی، الادیب الشاعر، الکاتب الصوفی، لسان عصرہ وسید وقتہ، وسر اللہ فی خلقہ استاذ الجماعہ، ومقدم الطائفہ، ومقصود سالک الطریقہ، طبقات الشافعیہ للاسنوی، ص۱۵۷ بحوالہ آثار الاحسان ۱/ ۲۱۵۔

قشیری کے حلقۂ ارادت میں شیخ ابوعلی فارمدی جیسی ہستی بھی شامل ہیں، جو سلسلہ نقشبندیہ کے شجرہ طریقت کی اہم کڑی ہیں، شیخ فارمدی حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۵ھ) کے بھی شیخ ہیں، شیخ فارمدی کی وفات ۴۷۷ھ میں ہوئی۔

[2] حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ میں معاصرت کے بارے میں اقوال نقل کیے ہیں کہ علماء کے حق میں معاصرت کتنا بڑا ابتلا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

استمعوا علی العلماء ولا تصدقو بعضهم علی بعض الخ

حافظ ذہبی نے "قول العلماء بعضهم فی بعض" کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے، فرمایا ہے:

ولو فتحنا هذا الباب واخذنا بالقول المعاصرین بعضهم فی بعض لما سلم لنا احد من الجماعة بل اجل الصحابه والتابعین (بحواله تذکره ابو الکلام ۱۴۷)

کہ اگر ہم اس دروازے کو کھول لیں اور کبار اہل علم وفضل کے اپنے ہم عصروں کے بارے میں جرح وتنقید اور اعتراضات کو قبول کرلیں تو کوئی بھی سالم نہ بچے گا حتی کے صحابہ وتابعین بھی۔

طغرل بیگ سلجوقی کے بعد جب الپ رسلان سلجوقی تخت نشین ہوا، تب آ مائش کا یہ دور ختم ہوا، بغداد سے جہاں آپ ترک وطن کر کے پناہ گزیں یا گوشہ نشین ہوئے تھے واپس نیشا پور آ گئے، اور دوبارہ وعظ وارشاد اور تعلیم وتلقین کا سلسلہ شروع کیا، اب آپ کے وقار اور مرتبہ میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔

تصنیف وتالیف

جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا، قشیری مختلف علوم وفنون میں کامل وماہر تھے، شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔ سوانح نگاروں نے آپ کی 20 سے زیادہ تصانیف کا ذکر کیا ہے، ان میں اہم ترین کتاب جس نے آپ کا نام ہر زمانے میں زندہ رکھا ہے اور تصوف وطریقت کے میدان کا آپ کو امام وپیشوا ٹھہرایا ہے، وہ ''الرسالہ'' ہے یعنی رسالہ قشیریہ، جو پچھلے ادوار میں تصوف کے نصاب کا حصہ رہی، تصوف وطریقت کے باب کی اتنی اہم تعلیمات اور اصول وفروع اس میں جمع ہیں کہ ہمیشہ تصوف کے حلقوں میں اسے سر آنکھوں پر رکھا گیا، یہ افادیت میں امام غزالی کی احیاء العلوم کے ہم پلہ بلکہ اس سے بھی بعض اعتبارات سے بڑھ کر ہے، یہ رسالہ اس لائق ہے کہ اس پر پی ایچ ڈی کی جائے، اس کی افادیت اور جامعیت کا مفصل جائزہ لیا جائے، پانچویں صدی ہجری تک تصوف کا ادارہ جہاں تک پہنچ چکا تھا یہ اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے، الرسالہ کے علاوہ آپ نے عقائد میں اہلِ سنت کے مذہب کی توضیح وتشریح پر بھی تالیفات کی ہیں، خصوصاً امام ابوالحسن اشعری جو عقائد میں اہل سنت کے امام ہیں، ان کے دفاع پر بھی لکھا ہے، جو بعض غلط اور بے بنیاد عقائد ان کی طرف منسوب کئے گئے ان کا ابطال کیا ہے، اشعریت کی تائید میں آپ کی تصنیف ''شکایت اہل السنۃ بحکایۃ ما نالھم من المحنۃ'' ہے، سبکی نے طبقات شافعیہ میں اسے نقل کیا ہے۔

طائرانہ نظر رسالہ قشیریہ پر

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں مصنف نے تصنیف کتاب کی وجوہات اور اغراض ومقاصد لکھے ہیں، اور بتایا ہے کہ ہمارے دور تک پہنچتے پہنچتے بہت سے تصوف کے خانوادے اور خانقاہیں اور بہت سے ارباب طریقت سنت سے دور ہوتے چلے گئے ہیں، اور بدعات وخرافات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے، اہل سنت کے سیدھے راستے سے منحرف ہو کر اندھیروں میں بھٹک گئے، فرماتے ہیں اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ تصوف کے چہرہ زیبا سے بدعات کی تاریکیوں اور آلودگیوں کو جھاڑ پونچھ کر اسے شریعت کے چشمۂ صافی پر لا کھڑا کیا جائے، اور سنت کی آب زلال سے اسے مطہر ومجلیٰ کر کے اس کے

حسن حقیقی کو عالم آشکار کیا جائے، اس پہلے باب میں انہوں نے تصوف کے اہم اور بنیادی اصول و مسائل ذکر کیے ہیں، اور توحید کی قرآن وسنت پر مبنی مباحث کو کھولا ہے، اور توحید کی قدم قدم پر رعایت کی اہمیت پر زور دیا ہے، آپ نے تصوف کے نام پر وجود میں آنے والے ملحدانہ نظریات کی بھرپور تردید کی ہے، حلول، تجسم اور اتحاد کا بطلان کیا ہے، توحید خالص کی تعلیمات پیش کی ہیں۔

باب دوئم میں مشائخ صوفیہ اور کبار ارباب تصوف کا تذکرہ ملتا ہے، ابراہیم بن ادہم (متوفی ۱۶۱ھ) سے شروع کر کے احمد بن رودباری (متوفی ۳۶۹ھ) تک 80 سے زیادہ بزرگوں کی سوانح وحالات بیان کیے ہیں، ان حالات کے بیان کے لیے آپ اپنے شیخ عبدالرحمٰن سلمی کا بار بار ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں بتلایا، ان سے ہم نے سنا۔

باب سوم: اس میں صوفیاء کے علوم ان کی فنی تعبیرات واصطلاحات کی وضاحت ہے، اور ان کے باطنی علوم و مسائل جو نفس، قلب اور روح سے تعلق رکھتے ہیں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔

باب چہارم: اس میں صوفیاء کے طریقے پر مقامات کا ذکر ہے، اور توبہ سے اس کی شروعات کی ہیں۔ [1]

باب پنجم: اس میں تصوف کے آداب، اور تصوف کے راستے کی گھاٹیوں، رکاوٹوں، مشکلات اور آفتوں کا تذکرہ ملتا ہے، اور ان سے بچنے اور نکلنے کے طریقے بتلائے گئے ہیں۔

باب ششم: کتاب کا خاتمہ ہے، اس میں شیخ قشیری نے بڑی جامع اور پرمغز نصیحتیں اس راہ پہ چلنے والوں کو فرمائی ہیں۔

کتاب کا اسلوب وانداز بڑا پرکشش، مؤثر، دلکش، سنجیدہ اور عمدہ ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ ۲/۱۶/۱۷۰، تلخیص مقالہ القشیری، آثار الاحسان ج۱)

شیخ قشیری کی وصایا

ذیل میں شیخ کی نصیحتوں کا کچھ حاصل وخلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

اول: عقائد موافق اہل سنت والجماعت کے درست کرے، پھر ضرورت کے بقدر علم حاصل کرے،

---

[1] مقامات صوفیاء کی اصطلاح ہے، مختصراً اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ میں سے کوئی خُلق ملکہ بن جائے اور آدمی کی طبیعت میں وہ خلق راسخ ومستحکم ہوجائے، بلا تکلف اس خلق کے مقتضیات حسبِ موقعہ پورے ہونے لگیں، تو یہ مقام کہلاتا ہے، جیسے صبر، شکر، رضا بالقضاء، محبت، اخلاص، توکل، استغناء۔
ان میں سے جو خلق طبیعت میں اس طرح پیوست ہوجائے کہ طبیعت ثانیہ بن جائے تو صوفیاء اس کو مقام کہتے ہیں۔

خواہ درس (وتعلیم) سے یا صحبتِ علماء سے (کہ جومسئلہ پیش آئے پوچھ لیا کرے، یا علماء کے وعظ یا بیان میں سن لیا) اوراختلافی مسئلہ میں احتیاط پرعمل کرے،اورسب معاصی (گناہوں) سے توبہ خالص کرے، اہلِ حقوق کوراضی کرے، مال وجاہ کے تعلقات کوقطع کرے،اپنے شیخ (پیرومرشد) کی مخالفت نہ کرے،نہ اس پر کوئی اعتراض کرے، اپنے باطنی حالات (انوار وکیفیات، تجلیات، جذب ومستی اور قبض وبسط وغیرہ) شیخ (پیر) سے پوشیدہ نہ کرے،اورکسی سے ظاہر نہ کرے (صرف پیر پرہی ظاہر کرے) اگر کچھ قصورشیخ کا ہوجائے فوراً معذرت کرے اوراقرارِ خطا کا کرے اورتاویل نہ کرے، بلاضرورت شدیدہ سفر نہ کرے، بہت ہنسے نہیں،کسی سےلڑائی جھگڑا نہ کرے،اپنے پیر بھائیوں پرحسد نہ کرے،لڑکوں اورعورتوں کی صحبت سے بچے، بلکہ ان سے زیادہ گھل مل کر باتیں بھی نہ کرے، جب تک صاحب نسبت نہ ہوجائے کسی کومرید نہ کرے، آدابِ شرع کا بہت لحاظ رکھے، مجاہدہ وعبادت میں سستی نہ کرے، تنہائی میں رہے،اگرمجمع میں رہنے کا اتفاق ہو،توان کی خدمت کرے، اپنے کوان سے کم سمجھ کر برتاؤ کرے، دنیاداروں کی صحبت سے پرہیز رکھے (تعلیم الدین للتھانوی ص۱۸۰، چھٹا باب وصایا جامعہ)

پیارے بچو! بنتِ فاطمہ

عقل مند بادشاہ

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایک بہت نیک بادشاہ کا واقعہ سناتے ہیں۔

بچو! کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا، وہ بہت نیک، ایمان دار اور اپنے ملک کے لوگوں کے ہر دکھ درد کا ساتھی تھا، اس کے ملک کے لوگ اس سے بہت خوش تھے، بادشاہ کی کوئی اولاد نہیں تھی، جب بادشاہ بوڑھا ہوگیا، تو اس کو فکر ہوئی کہ اپنے بعد وہ کس کو بادشاہ بنائے، بہت سوچنے کے بعد بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک میں سے ہی چند لڑکوں کو چُن کر ان کا امتحان لے گا، پھر ان میں سے کسی ایک ایمان دار لڑکے کو بادشاہ بنائے گا۔

بادشاہ نے ملک بھر میں اعلان کروادیا کہ جو لڑکے خود کو محنتی اور ذہین سمجھتے ہوں، وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ مقررہ تاریخ پر جب بادشاہ کے دربار میں بے شمار نوجوان لڑکے حاضر ہوئے، تو بادشاہ نے اُن میں سے چار لڑکوں کو امتحان کے لئے چنا۔

بادشاہ نے اُن چاروں سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ چاروں میں سے آئندہ کے بادشاہ کا انتخاب کروں، اس کے لئے میں آپ کا امتحان لوں گا۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے اُن چاروں کو گلاب کے پودے کا ایک ایک بیج دے دیا، اور کہا کہ آپ چاروں اپنے اپنے بیج عمدہ مٹی والے گملے میں ڈالو، پابندی سے کھاد اور پانی دو، مناسب روشنی کا انتظام کرو، اور پھر دو مہینے بعد اپنے اپنے پودے میرے پاس لے آنا۔

اُن چاروں نوجوان لڑکوں میں ایک سلیم نام کا لڑکا بھی تھا، وہ بہت محنتی اور ایمان دار تھا، وہ اپنا بیج بہت احتیاط سے گھر لے گیا، اور اپنی امی کو پورا واقعہ سنایا، سلیم کی امی ایک ذہین اور نیک دل عورت تھیں، اس نے پودا لگانے میں سلیم کی پوری مدد کی، اور پودے کو تروتازہ رکھنے کے سارے طریقے بتائے۔

سلیم روزانہ صبح اُٹھتا، اور اپنے پودے کو دیکھتا کہ شاید آج پودے میں کوئی کلی کھلی ہو۔

جب دو ہفتہ تک اس گملے میں کوئی کلی نہ کھلی، تو سلیم کو بہت فکر ہوئی، وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس گیا، کہ اُن سے اُن کے پودوں کے بارے میں معلوم کرے۔

پہلے ساتھی نے کہا کہ میرے پودے میں تو کلی دس دن بعد ہی کھل گئی تھی، اب تو اس میں نرم ونازک پتے بھی نکل آئے ہیں، اور بہت خوبصورت پودا تیار ہورہا ہے، دو مہینے بعد تو یہ بہت خوبصورت پودا بن جائے گا باقی دوستوں نے بھی اپنے پودوں کی بہت تعریف کی، سلیم نے کسی سے بھی اپنے پودے کا ذکر نہیں کیا، وقت گزرتا گیا، سلیم بہت اُداس تھا، اس کا خیال تھا کہ شاید اس سے پودے کی دیکھ بھال میں کوئی کمی رہ گئی ہے، جس کی وجہ سے اس کا پودا مُرجھا گیا ہے، دو مہینے گزرنے کے بعد وہ دن آ گیا جب اُن چاروں لڑکوں کو اپنے اپنے پودے لے کر بادشاہ کے پاس حاضر ہونا تھا۔

سلیم نے اپنی امی سے کہا کہ وہ خالی گملہ لے کر نہیں جائے گا، کیونکہ سب اس کا مذاق اُڑائیں گے، اور ہوسکتا ہے کہ بادشاہ ناراض ہوکر اسے سزا بھی دیدے۔

سلیم کی امی نے اُسے سمجھایا کہ وہ بادشاہ کے سامنے ضرور حاضر ہو، اور ساری بات سچ سچ بتادے، انسان کا کام تو محنت کرنا ہے، پھل تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، سلیم اپنا گملہ لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔

لوگ اسے دیکھ کر ہنس رہے تھے کہ وہ خالی گملہ لے آیا ہے، اس نے خاموشی سے اپنا گملہ باقی تینوں گملوں کے ساتھ رکھ دیا، جن میں خوبصورت پھول کھلے ہوئے تھے۔

بادشاہ پہلے گملے کے پاس آیا، اُسے دیکھ کر بادشاہ نے باقی دونوں گملے بھی دیکھے، لیکن جب سلیم کا گملہ دیکھا تو پوچھنے لگا کہ یہ کس کا گملہ ہے، اور اس کا پودا کہاں ہے؟

سلیم نے کہا کہ بادشاہ سلامت میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی، وقت پر پانی وغیرہ ڈالا، لیکن پودا نہیں کھل سکا۔ میری امی کہتی ہیں کہ محنت کرنا انسان کا کام ہے، پھل اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

بادشاہ یہ سن کر مسکرایا، سلیم کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور لوگوں سے کہا کہ آئندہ سے آپ کا بادشاہ یہ لڑکا ہوگا، آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے اسے بادشاہ کیوں بنایا، تو سُنیے! میں نے ان چاروں لڑکوں کو اُبلے ہوئے اور خراب بیج دیئے تھے، جن کا پھوٹنا اور پودے میں تبدیل ہونا ناممکن تھا۔ سلیم کی طرح باقی تینوں لڑکوں کے بھی پودے نہیں کھلے ہوں گے، لیکن انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، اور دوسرے بیج گملے میں بودیے، جبکہ سلیم نے ساری حقیقت سچ سچ بتادی، اس لئے آج سے آپ کا بادشاہ سلیم ہے۔

بچو! آپ نے دیکھا کہ سچ بولنے اور کسی کو دھوکہ نہ دینے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، اور بہت ترقی دیتے ہیں۔

بزمِ خواتین مفتی محمد یونس

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

عدت کے احکام (قسط۵)

معزز خواتین! عدت سے متعلق مزید احکام و مسائل ذیل میں ملاحظہ کریں:

مسئلہ...... جس عورت کا نکاح شرعی اصولوں کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس پر بھی عدت لازم ہے اور اسے طلاق والی عدت پوری کرنی ہوگی۔

مسئلہ...... جس عورت نے اپنے شوہر سے (اس کی رضامندی سے) خلع کرلیا ہو اسے بھی طلاق والی عدت گزارنا لازم ہے۔

مسئلہ...... جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے عدت کے زمانے کا نان نفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر ہی کے ذمے ہے، بشرطیکہ عورت شوہر کے دیے ہوئے اس گھر میں عدت گزارے، جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، اگر طلاق کے بعد عورت اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے تو شوہر پر عدت کے دنوں کا نان نفقہ واجب نہ ہوگا، واضح رہے کہ ایام عدت شوہر ہی کے گھر پر گزارنا لازم ہے، جہاں رہتے ہوئے اسے طلاق ہوئی اور طلاق بائن یا مغلظہ ہو تو شوہر سے پردہ کرکے رہے۔

مسئلہ...... اگر عورت ایام عدت کا نان نفقہ معاف کردے تو معاف ہو جائے گا۔

عدت کا آغاز

شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں اس کی وفات کے وقت سے اور طلاق کی صورت میں طلاق واقع ہونے کے وقت سے اور فسخِ نکاح کی صورت میں فسخِ نکاح کا فیصلہ ہونے کے وقت سے عورت کی عدت خود بخود شروع ہو جاتی ہے خواہ عورت کو شوہر کی وفات یا طلاق کی اطلاع ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ اگر کسی عورت کو عدت کا زمانہ گزر جانے کے بعد شوہر کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق ہونے کا علم ہو تب بھی اس کی عدت معتبر ہوگی، دوبارہ نئے سرے سے عدت گزارنا ضروری نہ ہوگا۔

دراصل شریعت کے چند خصوصی احکام ایسے ہیں جن کا خاص طور پر زمانۂ عدت سے ہی تعلق ہے اور جب کسی عورت پر عدت گزارنا لازم ہو تو اس کی طرف وہ خاص احکام متوجہ ہو جاتے ہیں، خواہ اسے اپنے متعلق

معتدّہ (عدت والی) ہونے کا علم ہو یا نہ ہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتے ہی چند خاص احکام (مثلاً عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی نماز پڑھنا اور دن کے وقت روزہ رکھنا) مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں خواہ کسی کو رمضان کا مہینہ شروع ہونے کا علم ہو یا نہ ہو۔

البتہ اگر کسی عورت کو شوہر کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق کی اطلاع نہیں ملی، اور اس نے اپنے آپ کو معتدہ (عدت والی) نہ سمجھتے ہوئے کوئی ایسا کام کرلیا جو عدت کے زمانے میں کرنا جائز نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں وہ شرعاً معذور شمار ہوگی۔

چونکہ عورت پر عدت کے زمانے میں عدت کے خاص احکام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس لیے خاوند کو چاہیے کہ اگر وہ طلاق دے تو بیوی کو اس طلاق کی اطلاع ضرور کردے، اسی طرح اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہوجائے تو اس کی وفات کی اطلاع اسکی بیوی کو ضرورت کردینی چاہیے۔

عدتِ وفات تو عموماً خواتین پر اچانک لازم ہوجاتی ہے اور عدتِ طلاق بھی اکثر و بیشتر اسی طرح لازم ہوجایا کرتی ہے اس لیے خواتین کو چاہیے کہ زمانۂ عدت کے خصوصی احکام کا پہلے سے علم حاصل کرکے رکھیں، تاکہ عدت لازم ہوتے ہی ان احکام کا لحاظ کرنا شروع کردیں۔

ہمارے معاشرے میں عموماً خواتین عدت کا آغاز ہوتے ہی عدت کے احکام کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوجاتی ہیں، چنانچہ جب کسی خاتون کو اس کا شوہر طلاق دے دے تو وہ بغیر کسی سوچ بچار اور مشورے کے اپنے میکے چلی جاتی ہے اور اس سلسلے میں قدم اٹھانے سے پہلے شرعی حکم بھی معلوم نہیں کرتیں یہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے، جب کسی عورت کو طلاق ہوجائے تو اس کی عدت شروع ہوجاتی ہے اور عدت کے دوران بھی عورت کا نان نفقہ اس کے شوہر کے ذمے ہے جو اس کا حق ہے اس لیے اسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جس مرد نے اسے طلاق دی ہے وہ اب اس کے گھر میں نہیں رہے گی، اس لیے کہ یہ شوہر کا اس پر احسان نہیں بلکہ اس کا اپنا حق ہے جو شریعت نے مرد کے ذمے لازم کیا ہے، نیز دورانِ عدت اسے اسی گھر میں رہنے کا حکم بھی ہے جس گھر میں رہتے ہوئے اسے طلاق ہوئی ہے۔

اسی طرح جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو بسا اوقات اس کی لاش کو اس کے آبائی وطن کی طرف لے جایا جاتا ہے قطع نظر اس کے کہ میت کو دوسرے علاقے میں منتقل کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے، عموماً بیوہ خاتون

بھی اسی آبائی وطن کی طرف چلی جاتی ہے، حالانکہ بعض اوقات اسے اسی (یعنی شوہر کے ساتھ رہائش والے) گھر میں رہنے میں کوئی مشکل یا معقول عذر بھی نہیں ہوتا، یا عذر ہوتا ہے مگر اس کا مناسب حل بھی ممکن ہوتا ہے، لیکن پھر بھی شرعی حکم کی خلاف ورزی کو گوارا کرلیا جاتا ہے، جو درست نہیں ہے یہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے۔

عدت والی خواتین کے لئے مشورہ

جس خاتون پر عدت لازم ہو خواہ عدتِ وفات لازم ہو یا عدتِ طلاق، اسے چاہیے کہ وہ کہیں منتقل ہونے سے پہلے کسی مستند عالمِ دین اور مفتی کے سامنے اپنی ساری صورتحال رکھ کر مسئلہ اور حکمِ شرعی بھی معلوم کرلے، اور دوسری جگہ منتقل ہونے کی اپنی مجبوری ومعذوری بیان کر کے اس کے ممکنہ حل کے بارے میں مشورہ بھی کرلے، تاکہ شرعی حکم بھی پوری طرح ادا ہوجائے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی مجبوری کا مناسب اور ممکن حل بھی سامنے آجائے، اس لیے کہ بعض اوقات وہ عذر ہی معتدہ کے دوسری جگہ منتقل ہونے کے جواز کے لیے ناکافی ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس عذر کا کوئی دوسرا مناسب حل موجود ہوتا ہے۔

یادرکھیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لیے فکرمند ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی مجبوری پر ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانی اور گنجائش پیدا فرمادیتا ہے۔

اگر کوئی عورت شوہر کے گھر سے کہیں اور گئی ہوئی ہو یا عارضی طور پر کہیں اور رہ رہی ہو، اور اس پر عدت لازم ہوجائے یعنی اس کا شوہر فوت ہوجائے یا وہ اسے طلاق دیدے تب بھی اس عورت کا دوسری جگہ جہاں عارضی طور پر رہ رہی ہے وہاں ہی عدت گزارنا جائز نہیں، بلکہ جہاں شوہر کے ساتھ مستقل طور پر رہتی تھی وہیں آکر عدت پوری کرے۔

چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال جواب اس طرح ہے:

سوال (۵۸۰) جو شوہر بیوی سے ناراض ہو کر اس کو میکے بھیج دے، اور پھر اس کا انتقال ہوجائے تو عدت وفات عورت کہاں پوری کرے؟

الجواب: فی الهداية فی المنزل يضاف اليها بالسكنیٰ حال وقوع الفرقة والموت ، ولهذا لو زارت اهلها و طلقها زوجها كان عليها ان تعود الى

منزلها فتعتد فيه. [1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سکنی عارضی غیر معتبر ہے، چونکہ صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ میکہ میں آنا ایک امر اتفاقی اور عارضی ہے، لہٰذا اس اضافت کا اعتبار نہ ہوگا، پس اس عورت کو عدت وفات اپنے شوہر کے گھر میں پورا کرنا چاہیے، **الا بعذر معتبر شوعا فصلوه فقط والله اعلم ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ** (امداد ص۵۸ ج۲)(امداد الفتاوی ج۲ ص ۴۸۶)

(جاری ہے............)

---

[1] امدادالفتاوی کے مذکورہ مسئلے میں توھدایہ کی عبارت اسی طرح ہے، مگر ھدایہ میں یہ عبارت یوں ہے:

وعلى المعتدة أن تعتد فى المنزل الذى يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت لقوله تعالى (لا تخرجوهن من بيوتهن) والبيت المضاف إليها هو البيت الذى تسكنه ولهذا لو زارت أهلها وطلقها زوجها كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتد فيه(الهدايه ج۲ ص ۴۲۸ و ۴۲۹)

حُکْمُ الْاِعْتِکَافِ الْجَمَاعِیِّ

اجتماعی اعتکاف کا شرعی حکم

سوال

آج کل بعض مساجد میں اجتماعی اعتکاف کیا جاتا ہے، جس کے لئے باقاعدہ اعلانات واشتہارات کے ذریعہ سے لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت وترغیب دی جاتی ہے، اور لوگ دور دراز سے آکر اس میں شرکت کرتے ہیں، اور اس کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھتے ہیں۔

شرعی اعتبار سے اس طرح کے اجتماعی اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

اعتکاف کی شرعی حقیقت اللہ تعالیٰ کا قُرب اور ثواب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔ [1]

اور حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔

ایک نفل، دوسری واجب اور تیسری مسنون۔ [2]

رمضانُ المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون اعتکاف کہلاتا ہے، جو کہ مکمل عشرے کا اعتکاف ہے۔ اگر کوئی اس سے کم وبیش مدت کا اعتکاف کرے تو وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے، اِلّا یہ کہ اعتکافِ

---

[1] الاعتکاف، وهو فی اللغة :اللبث مطلقا .... وفی الشرع :الاعتکاف الإقامة فی المسجد واللبث فيه علی وجه التقرب إلی الله تعالی علی صفة يأتی ذكرها (عمدة القاری، ج ۱۱، ص ۱۴۰، کتاب الاعتکاف، الناشر :دار إحياء التراث العربی -بيروت)

[2] والاعتکاف علی ثلاثة أقسام : واجب فی المنذور. وسنة كفاية مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان. ومستحب فيما سواه (نورالایضاح، ج ۱، ص ۱۴۵، باب الاعتکاف، أقسام الاعتکاف)

منذور (یعنی نذر ومنت مانا ہوا اعتکاف) ہو۔[1]

لیکن اعتکاف خواہ کسی بھی قسم کا ہو، وہ عام نفل نمازوں کی طرح انفرادی عبادت ہے، اجتماعی عبادت نہیں۔

واجب اور نفل اعتکاف کا انفرادی عبادت ہونا تو ظاہر ہے، کیونکہ واجب اعتکاف نذر ومنت ماننے سے

---

[1] المقام السادس هل السنة استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف ام الاعتكاف فى جزء منه الظاهر هو الأول لأن النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم فعل كذلك دائماً ثم رايت فى حاشية الهداية للجونفورى قال الظاهر أن السنة هو استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف لا الاعتكاف فى العشر ولو فى جزء منه روى به الإمام شهاب الملة والدين نور الله مرقده إذ المواظبة من النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم كانت على سبيل الاستيعاب فيكون سنة مع وصف الاستيعاب ثم قال والقائل أن يقول أنه وأن واظب بصفة الاستيعاب فالقول سنية استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف يودى إلى الحرج لظهور أن الرجل لو اعتكفوا المساجد والنساء فى دورهن لم يكن من يقوم بأمر معاشهم وفيه من الحرج مالا يخفى فلهذه الضرورة جعلنا السنة وهو اللبث فى العشر ولو بجزء منه دون الاستيعاب ثم قال وما يقال من أن السنة هى استيعاب العشر لكن على وجه الكفاية حتى لو اقام بها البعض سقط عن الباقين ففيه نظر لأن القول بالكفاية إنما يصح إذا كان فعل البعض مودياً للمقصود من السنة أو الوجوب والمقصود من الاعتكاف لايحصل بفعل البعض فلا معنى للقول بكونه سنة على وجه الكفاية انتهى قلت الحق أن استيعاب العشر سنة كفاية فلا يحصل الحرج وما اورده من النظر ففيه إذا المقصود من الاعتكاف هو اداء حقوق المساجد وذلك يحصل بفعل البعض كما أن المقصود من صلاة الجنازة اداء حق المسلم وذلك يحصل بفعل البعض وأن كان فرداً منهم فليتدبر فقد ثبت من هذه المقامات أن الاعتكاف فى نفسه مستحب ويجب بالنذر وغيره وهو سنة موكدة كفاية فى العشر الآواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب فأن قلت ما السر فى اعتكاف النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم فى العشر الآواخر استيعاباً دون غيره من الازمنة قلت لأخذ فضيلة ليلة القدر فأنها فى العشر الآواخر من رمضان على القول الاصح الاشهر (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص۱۸ ، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، باكستان)

وذكر الشارح أن الحق انقسامه إلى ثلاثة أقسام واجب وهو المنذور وسنة وهو فى العشر الأخير من رمضان ومستحب وهو فى غيره من الأزمنة وتبعه المحقق فى فتح القدير (البحر الرائق، ج۲، ص۳۲۲، باب الاعتكاف)

الاعتكاف (وهو واجب فى المنذور وسنة مؤكدة فى العشرة الأخيرة من رمضان ومستحب فيما سواه) أى العشر الأخير (درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج۱، ص۲۱۲، و۲۱۳ ،باب الاعتكاف، اقل الاعتكاف، الناشر :دار إحياء الكتب العربية)

فالاعتكاف فى الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن يقول: لله على أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول :إن شفى الله مريضى، أو إن قدم فلان فلله على أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك. والثانى فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع فى التطوع ملزم عندنا كالنذر (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۰۸ ، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف)

وجود میں آتا ہے، اور نذر و منت کا تعلق ناذر (یعنی نذر ماننے والے) کی ذات سے ہے، اسی وجہ سے جس ناذر کی نذر جتنے دِنوں کی ہو، اُتنے ہی دنوں کا اعتکاف واجب ہوا کرتا ہے، اور نفل اعتکاف کی کوئی مدت مقرر نہیں، ہر شخص کو اپنے طور پر اختیار ہے، خواہ کتنی ہی مدت کا اعتکاف کرے۔

جہاں تک مسنون اعتکاف کا تعلق ہے تو فقہائے کرام نے اس کو بھی سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کرلے، تو اُس علاقے کے دیگر لوگوں کے اعتکاف کی سنت ادا ہوجاتی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسنون اعتکاف بھی انفرادی عبادت ہے۔ [۱]

یہی وجہ ہے کہ مسنون اعتکاف کا مسلسل اور پابندی کے ساتھ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ثابت ہے، لیکن آپ کے ساتھ دیگر صحابۂ کرام کا تواتر کے ساتھ اعتکاف کرنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر حضرات کو اس کی تاکید فرمانا اور اپنے ساتھ اعتکاف کے لئے جمع فرمانا بھی ثابت نہیں۔

البتہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض صحابۂ کرام کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے۔ [۲]

لیکن وہ بھی ہر ایک کے انفرادی اعتکاف کے طور پر تھا، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ جب تک آپ

---

[۱] الاعتكاف على ثلاثة أقسام؛ الواجب :وهو اعتكاف النذر، ويجب فى النذر التلفظ باللسان ويجب قضاؤه بالإفساد. والثانى :سنة مؤكدة على كفاية فلو أداها واحد من أهل مسجد فتأدت وإلا فأثم الكل، وهذا اعتكاف العشرة الأخيرة من رمضان، ولو لم يتم عشره بل نقصه من البين ما أتى بالسنة، ولكنه أحرز ثواب ما اعتكف. والثانى :النافلة وهو غير هذين القسمين(العرف الشذى، ج۲، ص ۲۰۰، كتاب الصوم، باب ما جاء فى الاعتكاف)

المقام الرابع: الاعتكاف على تقدير كونه سنة كفاية كما هو الحق هل هو سنة كفاية على أهل البلدة كصلاة الجنازة ام سنة كفاية على أهل محلة كصلاة التراويح بالجماعة فظاهر عباراتهم يقتضى الأول ففى مجمع الأنهر شرح ملتقى الابحر عند ذكر الاقوال وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة باسرهم يلحقهم الاساء ة والا فلا كالتاذين انتهى وقال الطحطاوى فى شرح قول الحصكفى اى سنة كفاية إذا قام بهما البعض ولو فرد اسقطت عن الباقين انتهى ومثله فى شرح النقاية لعلى القارى وغيره (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص ۱۶، وص ۱۷، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج ۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

[۲] اعتكف رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر الأول من رمضان واعتكفنا معه، فأتاه جبريل، فقال :إن الذى تطلب أمامك، فاعتكف العشر الأوسط، فاعتكفنا معه فأتاه جبريل فقال :إن الذى تطلب أمامك، فقام النبى صلى الله عليه وسلم خطيبا صبيحة عشرين من رمضان فقال :من كان اعتكف مع النبى صلى الله عليه وسلم، فليرجع، فإنى أريت ليلة القدر، وإنى نسيتها، وإنها فى العشر الأواخر، فى وتر (بخارى، رقم الحديث ۸۱۳، باب السجود على الأنف، والسجود على الطين، عن ابى سعيد)

صلی اللہ علیہ وسلم کولیلۃ القدر کے آخری عشرہ میں ہونے کانہیں بتلایا گیا تھا، اُس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوراس عرصہ میں بعض صحابۂ کرام نے پہلے عشرہ کا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر جب آپ کوآخری عشرہ میں لیلۃ القدر کا ہونا بتلایا گیا، تو آپ نے تیسرے عشرے کا مسنون اعتکاف فرمایا، لیکن ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابۂ کرام کوجواعتکاف میں تھے، اختیار دے دیا کہ اُن میں سے جوشخص آخری عشرے کا اعتکاف کرنا چاہے، تو وہ کرلے۔ ۱

اوراسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابۂ کرام پر جنہوں نے اعتکاف کوترک کیا، نکیر نہیں فرمائی۔ ۲

جس سے اس بات کو مزید تقویت حاصل ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتکاف اپنا اپنا انفرادی تھا، اگر اجتماعی اعتکاف زیادہ ثواب کا باعث ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو اپنے ساتھ اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دیتے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ آپ کے ساتھ اعتکاف فرما کر معیت ورفاقت اختیار کرنے کا اور کون مشتاق ہوسکتا تھا، اور آپ کی معیت ورفاقت سے زیادہ اورکس کی معیت سے ثواب حاصل کیا جاسکتا تھا۔

پھر اگر آخری عشرہ میں ایک مسجد میں ایک سے زیادہ افراد اعتکاف کریں، تو جائز ہے، اور ہر ایک سنت کا ثواب پانے کا مستحق ہے، لیکن اس صورت میں بھی ہر ایک کا اعتکاف انفرادی شمار ہوگا۔

اعتکاف کے انفرادی عبادت ہونے کی تائید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ یَجْهَرُوْنَ

---

۱ عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه، قال : إن رسول الله صلی الله علیه وسلم اعتکف العشر الأول من رمضان، ثم اعتکف العشر الأوسط، فی قبة ترکیة علی سدتها حصیر، قال : فأخذ الحصیر بیده فنحاها فی ناحیة القبة، ثم أطلع رأسه فکلم الناس، فدنوا منه، فقال " :إنی اعتکفت العشر الأول، ألتمس هذه اللیلة، ثم اعتکفت العشر الأوسط، ثم أتیت، فقیل لی :إنها فی العشر الأواخر، فمن أحب منکم أن یعتکف فلیعتکف "فاعتکف الناس معه (مسلم،رقم الحدیث ۱۱۶۷"۲۱۵" باب فضل لیلة القدر)

۲ المقام الثالث هل هو سنة موکدة کفایة أم عینا فعامتهم علی أنه سنة کفایة لأن النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم لم ینکر علی من ترکه من الصحابة بخلاف السنن الموکدة فدل ذلک علی أنه سنة کفایة (الانصاف فی حکم الاعتکاف لعبد الحی اللکنوی، مشمولة مجموعة رسائل اللکنوی، ج۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی، باکستان)

بِـالْـقِـرَاءَ ـةِ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ لَهُ، فَكَشَفَ السُّتُوْرَ، وَقَالَ : إِنَّ كُـلَّـكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَـنَّ بَـعْـضُـكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعَنَّ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَ ةِ أَوْ قَالَ : فِی الصَّلَاةِ (مسند احمد) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، پھر (اسی دوران آپ نے) لوگوں کو جہراً قرائت کرتے ہوئے سُنا اور آپ اپنے خیمے میں تھے،تو آپ نے پردے کو ہٹایا، اورفرمایا کہ تم میں سے ہرایک اپنے رب سے مناجی (وسرگوشی کرنے والا) ہے،توتم میں سے بعض بعض کو ہرگز بھی (بلند آواز کرکے) ایذاء نہ پہنچائیں،اورتم میں سے بعض بعض پر بآ وازِ بلندقرائت ہرگز نہ کریں،یا یہ فرمایا کہ نماز میں (مسنداحمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف میں معمولات انفرادی ہوتے تھے،اورآپ نے دوسرے لوگوں کے لئے بھی بآ وازِ بلند ذکروقرائت میں اجتماعیت پیدا کرنے کو پسند نہیں فرمایا،اوراس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ تم میں سے ہرایک اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے،یعنی وہ اپنے رب سے مخاطب ہوتا ہے، نہ کہ دوسروں سے،اس لئے اپنے عمل کو دوسروں سے خالص رکھ کر اللہ سے مناجات کرنی چاہئے،اورایک دوسرے کوایذاء نہیں پہنچانی چاہئے۔ ۲

ل رقم الحديث ۱۸۹۶ ۱ ۱؛ابوداؤد، رقم الحديث ۱۳۳۲.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

۲ بـاب المصلى يناجى ربه عز وجل أى :هـذا باب يذكر فيه المصلى يناجى ربه، من ناجاه يـنـاجيـه مـنـاجاة فهو مناج، وهو المخاطب لغيره والمحدث له، وثلاثيه من نجا ينجو نجاة :إذا أسـرع، ونـجـا مـن الأمـر، إذا خـلـص، وأنجاه غيره (عمدة القارى، ج۵، ص۱۸، باب المصلى يناجى ربه عز وجل)

(فـإنـما يناجى ربه) ، أى :يـخـاطبـه بـلـسـان الـقال كالقراء ة والذكر والدعاء، وبلسان الحال كـأنواع أحوال الانتقال (مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۶۲۴، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن المصلى يناجى ربه) ، أى :يحادثه ويكالمه، وهو كناية عن كمال قربه المعنوى؛ لأن الصلاة معراج المؤمن (فلينظر ما يناجيه) : وفى نسخة :ما يناجى به، "ما "استفهامية أو موصولة، أى :مـا يـناجى الرب تعالى من الذكر والقرآن والحضور والخشوع والخضوع؛ إذ ليس للمرء من صلاته إلا ما عقل كما فى الحديث، فليتفكر فى معانيه، أو فليتأمل ما يناجيه فى ذلك المقام، قال الطيبى :ما استفهامية، والضمير فى يناجيه راجع إلى الرب، وفى به إلى "ما "وما مفعول فلينظر بمعنى فليتأمل فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

پس جس طرح عام نوافل میں حنفیہ کے نزدیک اجتماعیت پیدا کرنا اور اس کے لئے تداعی اختیار کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اعتکاف کے لئے بھی مکروہ ہوگی۔ [۱]

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان

۲۵/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ۔16 / جون/ 2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جواب ما يناجيه به من القول على سبيل التعظيم، ومواطأة القلب اللسان والإقبال إلى الله بشراشره، وذلك إنما يحصل إذا لم ينازعه صاحبه بالقراء ة، ومن ثم عقبه بقوله :(ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن) : والنهى يتناول من هو داخل الصلاة وخارجها (مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۷۰۲، كتاب الصلاة، باب القراء ة فى الصلاة)

[۱] والتطوع المطلق بجماعة مكروه (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۷۹، باب الوتر والنوافل)

(قوله على سبيل التداعى) بأن يقتدى أربعة فأكثر بواحد (قوله وسنحققه) أى قبيل إدراك الفريضة (ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۵۲، كتاب الصلاة، باب الامامة)

(قوله على سبيل التداعى) هو أن يدعو بعضهم بعضا كما فى المغرب، وفسره الوانى بالكثرة وهو لازم معناه (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۹، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت اضافہ واصلاح شُدہ تیسرا ایڈیشن (صفحات:220)

کھانے پینے کے آداب

کھانے پینے اور دعوتِ طعام کی اسلامی تعلیمات، ہدایات اور سنن وآداب؛ کھانے پینے کے شرعی وطبّی قواعد وضوابط اور فوائد ومنافع مفاسد ومضرات؛ اور علمی وتحقیقی پہلوؤں پر مدلّل بحث

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

* 1 دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط۱۲)

صحابۂ کرام کے چند خواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چند ایسے خوابوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مختلف صحابۂ کرام نے دیکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعبیر بیان فرمائی، یا تعبیر کی تصدیق فرمائی۔

زیادہ نیک اعمال کی وجہ سے شہید سے پہلے جنت میں داخلہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيْعًا، فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ، فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ، ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً، ثُمَّ تُوُفِّيَ، قَالَ طَلْحَةُ: فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، إِذَا أَنَا بِهِمَا، فَخَرَجَ خَارِجٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، فَأَذِنَ لِلَّذِيْ تُوُفِّيَ الْآخِرَ مِنْهُمَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَأَذِنَ لِلَّذِيْ اُسْتُشْهِدَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ، فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ، فَعَجِبُوْا لِذٰلِكَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَدَّثُوْهُ الْحَدِيْثَ، فَقَالَ: مِنْ أَيِّ ذٰلِكَ تَعْجَبُوْنَ؟ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا، ثُمَّ اُسْتُشْهِدَ، وَدَخَلَ هٰذَا الْآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هٰذَا بَعْدَهُ سَنَةً؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ: وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَ، وَصَلّٰى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۹۲۵)

ترجمہ: دوآدمی دور دراز علاقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ساتھ اسلام قبول کیا، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر جدوجہد (اور عبادت) کرتا تھا، یہ زیادہ عبادت کرنے والا جہاد میں شریک ہوا، اور شہید ہوگیا، پھراس کا دوسرا ساتھی سال بھر تک زندہ رہا، پھر انتقال کرگیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے کے پاس کھڑا ہوں، اور میں ان دونوں کے قریب ہی ہوں، جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا، اوران میں سے بعد میں فوت ہونے والے کو (جنت میں داخلہ) کی اجازت دی، پھر کچھ دیر بعد وہ شخص دوبارہ نکلا، اور شہید ہونے والے کو اجازت دی، پھر لوٹ کر آیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ واپس لوٹ جائیں، ابھی آپ کا وقت نہیں آیا، صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب لوگوں کو سنایا، لوگوں کو اس سے بہت تعجب ہوا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی، اور تمام قصہ سنایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس بات کی وجہ سے تعجب ہورہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان دونوں میں پہلا شخص زیادہ محنت و ریاضت کرتا تھا، پھر شہید بھی ہوا، اور (اس کے باوجود) دوسرا شخص جنت میں اس سے پہلے داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا دوسرا شخص، پہلے شخص کے بعد ایک سال زندہ نہیں رہا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ بے شک زندہ رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے رمضان کا مہینہ ملا، اوراس نے روزے رکھے، اور سال بھر اتنے اتنے سجدے کئے (اور نمازیں ادا کیں) صحابہ نے عرض کیا کہ بے شک، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان دونوں کے درجوں میں آسمان وزمین کا فاصلہ ہے (ابنِ ماجہ)

اس طرح کے واقعات اور سندوں سے بھی مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ نیک عمل کر کے بعد میں فوت ہونے والا، جنت میں پہلے داخل ہوتا ہے (کمافی: مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۸۹، ورقم الحدیث ۱۵۳۴)

اور یہ مضمون ان احادیث کے مطابق ہے، جن میں اچھے عمل کے ساتھ لمبی عمر والے کو لوگوں میں افضل و بہتر قرار دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو: سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۳۰، ورقم الحدیث ۲۳۲۹)

ایک صحابی کا شہد اور گھی کو چاٹتے ہوئے دیکھنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَیْتُ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ لَکَأَنَّ فِیْ إِحْدٰی إِصْبَعَیَّ سَمْنًا، وَفِی الْأُخْرٰی عَسَلًا، فَأَنَا أَلْعَقُهُمَا ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَ:تَقْرَأُ الْکِتَابَیْنِ:اَلتَّوْرَاۃَ وَالْفُرْقَانَ، فَکَانَ یَقْرَؤُهُمَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۰۶۷،باسناد حسن)

ترجمہ: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا کہ میری ایک اُنگلی میں گھی ہے، اور دوسری میں شہد ہے، اور میں ان دونوں کو چاٹ رہا ہوں، پھر جب میں نے صبح کی، تو اس خواب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ دو کتابیں، توراۃ اور فرقان (یعنی قرآن مجید) کی قرائت کریں گے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو ان دونوں کی قرائت کیا کرتے تھے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ خواب میں گھی اور شہد کو چاٹتے ہوئے دیکھنا قرآن مجید اور اس کے علوم کے حصول کی علامت ہے۔

سایہ، شہد اور گھی کو دیکھنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:إِنِّیْ رَأَیْتُ اللَّیْلَةَ فِی الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ، فَأَرَی النَّاسَ یَتَکَفَّفُوْنَ مِنْهَا، فَالْمُسْتَکْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَإِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِّنَ الْأَرْضِ إِلَی السَّمَاءِ، فَأَرَاکَ أَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهٖ، ثُمَّ أَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهٖ، ثُمَّ أَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ، فَقَالَ أَبُوْ بَکْرٍ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، بِأَبِیْ أَنْتَ، وَاللّٰہِ لَتَدَعَنِّیْ فَأَعْبُرَهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اعْبُرْهَا قَالَ:أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ، وَأَمَّا الَّذِیْ یَنْطُفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ، حَلَاوَتُهٗ تَنْطُفُ، فَالْمُسْتَکْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَی الْأَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِیْ أَنْتَ عَلَیْہِ، تَأْخُذُ بِهٖ فَیُعْلِیْکَ اللّٰہُ، ثُمَّ یَأْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِکَ فَیَعْلُوْ بِهٖ، ثُمَّ یَأْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ آخَرُ فَیَعْلُوْ بِهٖ، ثُمَّ یَأْخُذُهٗ رَجُلٌ آخَرُ فَیَنْقَطِعُ بِهٖ، ثُمَّ یُوَصَّلُ لَهٗ فَیَعْلُوْ بِهٖ، فَأَخْبِرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، بِأَبِیْ أَنْتَ، أَصَبْتُ

أَمْ أَخْطَأْتُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ: فَوَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّيْ بِالَّذِيْ أَخْطَأْتُ، قَالَ: لَا تُقْسِمْ (بخاری، رقم الحدیث ۷۰۴۶)

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ میں نے رات کو خواب میں ایک سایہ دیکھا، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اس کو اکٹھا کر رہے ہیں، کچھ لوگ زیادہ مقدار میں، اور کچھ لوگ کم مقدار میں، اور ایک رسی زمین سے آسمان تک پہنچی ہوئی، پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا، اور آپ اس کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گئے، پھر اس رسی کو ایک اور آدمی نے پکڑا، اور وہ بھی اس کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گیا، پھر اس رسی کو ایک (تیسرے) آدمی نے پکڑا، اور وہ بھی اس کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گیا، پھر اس رسی کو ایک اور (چوتھے) آدمی نے پکڑا، تو وہ رسی ٹوٹ گئی، اور پھر جڑ گئی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم آپ مجھے اس کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت دے دیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اس کی تعبیر بیان کیجئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ سایہ تو اسلام ہے، اور اس سے جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے، وہ قرآن ہے، جس کی حلاوت اور مٹھاس ٹپک رہی ہے، اور کچھ قرآن مجید کو زیادہ لینے والے ہیں، اور کچھ کم لینے والے ہیں، اور آسمان سے زمین تک کی رسی وہ حق ہے، جس پر آپ ہیں، جس کو آپ نے پکڑ رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو بلند فرما رہے ہیں، پھر آپ کے بعد اس کو دوسرا پکڑے گا اور چڑھے گا، پھر اس کے بعد تیسرا پکڑے گا اور چڑھے گا، پھر اس کو ایک شخص پکڑے گا اور وہ رسی ٹوٹ جائے گی، پھر اس کو جوڑا جائے گا اور وہ اس کے ذریعے چڑھے گا (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ) اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں نے درست کہا یا مجھ سے خطا ہوئی؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے کچھ درست کہا اور کچھ میں خطا کی، حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم آپ مجھے بتلا دیں کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ

قسم نہ اٹھایئے (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکمت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعبیر کے درست اور خطاء والے حصہ کی تعیین نہیں فرمائی۔

اس لئے اس کے بارے میں اہلِ علم حضرات کا بھی بعد میں اختلاف ہوا، بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھی اور شہد دونوں چیزوں کی قرآن مجید سے تعبیر دی، حالانکہ ان دونوں کی تعبیر قرآن وسنت سے دینی چاہئے تھی۔

اوراس میں اہلِ علم حضرات کے اور بھی اقوال ہیں، لیکن کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سے اس کی نشاندہی نہیں فرمائی، اس لئے احتمال کے درجہ میں اوراقوال کا بھی احتمال ہے۔

(ملاحظہ ہو: ارشاد الساری، ج۱۰، ص ۱۶۱ و ۱۶۲، باب من لم یر الرؤیا لأول عابر إذا لم یصب)

ایک صحابیہ کا چند شہداء کو جنت میں دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ، فَرُبَّمَا قَالَ: هَلْ رَأٰى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا ؟ فَإِذَا رَأٰى الرَّجُلُ رُؤْيَا سَأَلَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ، كَانَ أَعْجَبَ لِرُؤْيَاهُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَجَاءَ تْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَأَيْتُ كَأَنِّىْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَسَمِعْتُ بِهَا وَجْبَةً، اِرْتَجَّتْ لَهَا الْجَنَّةُ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا قَدْ جِيْءَ بِفُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، وَفُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، حَتّٰى عَدَّتْ اِثْنَىْ عَشَرَ رَجُلًا وَقَدْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قَبْلَ ذٰلِكَ، قَالَتْ: فَجِيْءَ بِهِمْ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ طُلْسٌ، تَشْخُبُ أَوْدَاجُهُمْ قَالَتْ: فَقِيْلَ: اِذْهَبُوْا بِهِمْ إِلٰى نَهْرِ الْبَيْذَخِ، أَوْ قَالَ: إِلٰى نَهْرِ الْبَيْدَحِ، قَالَ: فَغُمِسُوْا فِيْهِ، فَخَرَجُوْا مِنْهُ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، قَالَتْ: ثُمَّ أَتَوْا بِكَرَاسِيَّ مِنْ ذَهَبٍ فَقَعَدُوْا عَلَيْهَا، وَأُتِيَ بِصَحْفَةٍ، أَوْ كَلِمَةٍ نَحْوِهَا، فِيْهَا بُسْرَةٌ، فَأَكَلُوْا مِنْهَا، فَمَا يُقَلِّبُوْنَهَا لِشِقٍّ، إِلَّا أَكَلُوْا مِنْ فَاكِهَةٍ مَا أَرَادُوْا، وَأَكَلْتُ مَعَهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ الْبَشِيْرُ مِنْ تِلْكَ السَّرِيَّةِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَانَ مِنْ أَمْرِنَا كَذَا وَكَذَا، وَأُصِيْبَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، حَتّٰى عَدَّ الِاثْنَىْ عَشَرَ الَّذِيْنَ عَدَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ: عَلَيَّ بِالْمَرْأَةِ،فَجَاءَ تْ، قَالَ:قُصِّي عَلَى هٰذَا رُؤْيَاكِ ،فَقَصَّتْ، قَالَ: هُوَ كَمَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ(مسند أحمد، رقم الحديث ١٢٣٨٥ ،باسناد صحيح)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خوابوں سے خوش ہوتے تھے،اور بعض اوقات معلوم کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر دریافت کرلیتا، اگر اس میں کوئی پریشانی کی بات نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی خوش ہوتے، اسی تناظر میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل ہوئی ہوں، میں نے وہاں ایک آواز سنی جس سے جنت بھی ہلنے لگی، اچانک میں نے دیکھا کہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو لایا جارہا ہے، یہ کہتے ہوئے اس نے بارہ آدمیوں کے نام گنوائے جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ایک سریہ (یعنی جہادی لشکر) میں روانہ فرمایا تھا۔اس خاتون نے بیان کیا کہ جب انہیں وہاں لایا گیا تو ان کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ کالے ہوچکے تھے اوران کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، کسی نے ان سے کہا کہ ان لوگوں کو نہر سدخ یا نہر بیدخ میں لے جاؤ، چنانچہ انہوں نے اس میں غوطہ لگایا اور جب باہر نکلے تو ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے، پھر سونے کی کرسیاں لائی گئیں، وہ ان پر بیٹھ گئے، پھر ایک تھالی لائی گئی جس میں کچی کھجوریں تھیں، وہ ان کھجوروں کو کھانے لگے،اس دوران وہ جس کھجور کو پلٹتے تھے تو حسب منشاء میوہ کھانے کو ملتا تھا،اور میں بھی ان کے ساتھ کھاتی رہی۔ کچھ عرصے کے بعد اس لشکر سے ایک آدمی فتح کی خوشخبری لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے ساتھ ایسا ایسا معاملہ پیش آیا اور فلاں فلاں آدمی شہید ہوگئے، یہ کہتے ہوئے اس نے انہی بارہ آدمیوں کے نام گنوادیئے جو عورت نے بتائے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے پاس دوبارہ بلا کر لاؤ، وہ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اپنا خواب اس آدمی کے سامنے بیان کرو، اس نے بیان کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح بیان کیا ہے حقیقت بھی اسی طرح ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ شہیدوں کا آخرت میں بڑا مقام اور عظیم فضیلت ہے۔ (جاری ہے......)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾ **ابوجویریہ**

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۲۴)

عزیزِ مصر کی بیوی کا اعتراف

بادشاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس خواہش کی وجہ سے شہر کی ان عورتوں کو جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، کو حاضر کر کے ان سے تحقیق کی کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے جب تم نے یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی۔

بادشاہِ مصر کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی جگہ یہ یقین ہو گیا تھا کہ قصور یوسف علیہ السلام کا نہیں، ان عورتوں ہی کا ہے، اس لئے اس نے ان عورتوں سے یہ کہا تم نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی۔

عورتوں نے جواب میں کہا کہ اللہ کی پناہ! ہمیں ان میں ذرا بھی کوئی برائی کی بات معلوم نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عزیزِ مصر کی بیوی بھی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے، میں نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی، اور بے شک وہی سچے ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

قَالَ مَا خَطۡبُکُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡہِ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدۡتُّہٗ عَنۡ نَّفۡسِہٖ وَ اِنَّہٗ

---

[1] حضرت یوسف علیہ السلام نے تحقیقات میں عزیزِ مصر کی بیوی کا نام نہ لیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ جب کسی کو عزت عطا فرماتے ہیں، تو خود بخود لوگوں کی زبانیں ان کے صدق وصفائی کے لئے کھل جاتی ہیں، اس موقع پر عزیز کی بیوی نے ہمت کر کے اظہارِ حق کا اعلان خود کر دیا۔

قال لهن ما خطبكن ما شأنكن والخطب امر يحق ان يخاطب به صاحبه -اما خاطبهن جميعا لانهن راودنه جميعا عن نفسه لهن -او لانهن قلن أطع مولاتك -واما خاطبهن والمراد امراة العزيز فحسب إذ راودتن يوسف عن نفسه هل وجدتن منه ميلا الى إحداكن قلن حاش لله مر اختلاف القراء فيه فيما سبق -اى تنزيه له تعالى وتعجب من قدرته على خلق عفيف مثله ما علمنا عليه اى على يوسف من سوء من ذنب وخيانة -قيل ان النسوة اقبلن على امراة العزيز فعزرنها -وقيل خافت امراة العزيز ان يشهدن عليها فاقرت على نفسها وقالت امرأة العزيز الآن حصحص الحق اى ظهر وتبين من حصحص شعره إذا استأصله بحيث يظهر بشرة رأسه -او ثبت واستقر من حصحص البعير إذا القى مباركه ليناخ أنا راودته عن نفسه وإنه لمن الصادقين فى قوله هى راودتنى عن نفسى (التفسير المظهرى، ج۵ ص ۱۷۰، سورة يوسف)

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ. ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ (سورة يوسف ، رقم الآية ۵۱، ۵۲)

یعنی’’بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حاشاللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں پائی۔عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے) کہ میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بیشک سچا ہے (یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنیوالوں کے مکروفن کاری کو راہ یاب نہیں کرتا۔

آخری آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دوبارہ اس بات کی اس لئے وضاحت کی کہ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ عورتوں نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے، لہٰذا آپ آیئے تاکہ آپ کے سامنے انہیں سزا دوں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ اہتمام اور درخواست اس لئے نہیں کی کہ عورتوں کو سزا دی جائے، بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ عزیزِ مصر کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی۔

اور دوبارہ وضاحت کرنے کی ایک وجہ بعض مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ بہت غلط بات ہوگی کہ عزیزِ مصر کے دل میں میری طرف سے شبہات رہیں، اور پھر شاہی اعزاز کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں، تو ان کو میرا اعزاز بھی سخت ناگوار ہوگا، اور اس کو برداشت کرنا ان کے لئے اور زیادہ تکلیف دہ ہوگا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب عزیزِ مصر کو برائت کا یقین ہوجائے گا، تو دوسرے لوگوں کی زبانیں خودبخود بند ہوجائیں گی۔[۱]

---

[۱] فلما سمع يوسف ذلک قال. ذلک الذی فعلت من رد الرسول الی الملک كان ليعلم العزيز أنی لم أخنه فی زوجته بالغيب ای بظهر الغيب وهو حال من الفاعل او المفعول -ای لم اخنه وانا غائب عنه او هو غائب عنی -او ظرف ای بمكان الغيب وراء الأستار والأبواب المغلقة وأن الله لا يهدی كيد الخائنين ای لا ينفذه ولا يسدده بل يظهر الحق ولو بعد حين -او لا يهدی الخائنين بكيدهم -فاوقع الفعل علی الكيد مبالغة- وفی هذا القول تعريض بزليخا فی خيانتها زوجها وتأكيد لامانته(التفسير المظهری، ج۵ص ۱۷۰، سورة يوسف)

(ذلک ليعلم أنی لم أخنه بالغيب) تقول :إنما اعترفت بهذا علی نفسی، ذلک ليعلم زوجی أن لم أخنه فی نفس الأمر، ولا وقع المحذور الأكبر، وإنما راودت هذا الشاب مراودة، فامتنع؛ فلهذا اعترفت ليعلم أنی بريئة(تفسير ابنِ كثير، ج۴ص ۳۹۴، سورة يوسف)

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

کلونجی (Black Cumin) کے فوائد وخواص (قسط ۳)

چہرے پر جوانی وغیرہ کی وجہ سے یا کسی اور بیماری سے پیدا ہونے والے داغ دھبوں اور کیل مہاسوں کے لئے درجِ ذیل نسخہ انتہائی مفید ہے۔

کلونجی پاؤڈر کی طرح باریک پسی ہوئی ساٹھ گرام، گلیسرین خالص سو گرام، عرقِ گلاب سو گرام، لیموں کا عرق سو گرام۔

ان تمام چیزوں کو آپس میں ملا کر لوشن بنالیں، اور صبح شام یا صرف رات کو سوتے وقت چہرے پر آہستہ آہستہ مَل لیں، اور کم از کم تین چار گھنٹے تک چہرے پر لگا رہنے دیں۔

اور اگر اس کے ساتھ کھانے کے لئے درجِ ذیل نسخہ بھی استعمال کریں، تو مزید اضافہ کا باعث ہے۔

کلونجی سو گرام، بڑی الائچی سو گرام، خشک پودینہ سو گرام۔

ان تمام چیزوں کو باریک پیس کر سفوف تیار کرلیں، اور آدھا چمچہ پانی کے ساتھ کھانے سے پہلے استعمال کریں (ملاحظہ ہو: کلونجی کے کرشمات، صفحہ ۳۰، مؤلفہ: حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، اُردو بازار، لاہور)

اگر کسی کو دائمی اور پرانا نزلہ ہو، اور اس کی وجہ سے بال بھی قبل از وقت سفید ہوگئے ہوں، نزلہ کی وجہ سے کان بند ہونے کی شکایت رہتی ہو، یا مسوڑھوں میں بلغم کی وجہ سے درد اور تکلیف رہتی ہو، یا آنکھوں سے پانی بہتا ہو، یا آواز بیٹھ جاتی ہو، تو ایسے مریضوں کے لئے درجِ ذیل نسخہ انتہائی افادیت کا باعث ہے۔

کلونجی کو پیس کر باریک سفوف بنالیں، اور محفوظ رکھیں، اور اطریفل اسطخو دوس کو ایک چمچ گرم پانی کے کپ میں گھول کر چوتھائی چمچ کلونجی کا سفوف کپ میں حل کرلیں، اور صبح دوپہر شام کھانے سے پہلے استعمال کریں (ایضاً صفحہ ۳۱)

بعض لوگوں اور عورتوں پر بیماری کی وجہ سے موٹاپا چڑھ جاتا ہے، اور بعض لوگوں کا پیٹ بڑھ جاتا ہے، اور مختلف تدابیر ہونے کے باوجود خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

ایسے مریضوں کے لئے درجِ ذیل نسخہ کم خرچ اور بالانشین کا مصداق اور انتہائی لاجواب ہے۔

کلونجی پچاس گرام، لاکھ عمدہ قسم کی پچاس گرام، زیرہ سیاہ عمدہ قسم کا پچاس گرام۔

ان تمام چیزوں کو باریک پیس کر سفوف تیار کرلیں اور بڑے سائز کے کیپسولوں میں یہ دوا بھر کر رکھ لیں، اور ایک سے دو تک یہ کیپسول صبح شام کھانے سے پہلے استعمال کریں۔

اس نسخہ کے استعمال سے موٹاپے کو یقینی طور پر فوائد حاصل ہوتے ہیں (ایضاً صفحہ۳۳)

اگر کسی کو میعادی بخار کی شکایت ہو، جس کو ٹائیفائیڈ کہا جاتا ہے، تو اس کے لئے درجِ ذیل نسخہ ایسا مفید ہے کہ دوبارہ اس مرض کی شکایت نہیں ہوتی۔

کلونجی تین گرام، دیسی اجوائن پندرہ گرام۔

ان دونوں چیزوں کو رات کے وقت ایک کپ تیز گرم پانی میں بھگو دیں، اور صبح کو خوب گھوٹ کر اور حل کر کے مریض کو پلادیں، اگر گرمی کا موسم ہو، تو اسی طرح پلادیں، اور اگر سردی کا موسم ہو، تو اس کو نیم گرم کر کے پلائیں (ایضاً صفحہ۳۴)

اگر کسی کو جوڑوں کے درد اور گھٹیا کی شکایت ہو، خاص طور پر کمر کے درد کی شکایت ہو، تو اس کے لئے درجِ ذیل نسخہ انتہائی لاجواب اور مؤثر ہے۔

کلونجی، اجوائن اور آک کی جڑ کا خشک شدہ چھلکا۔

ان تینوں چیزوں کو ہموزن لے کر باریک پیس لیں، اور روزانہ کھانے سے پہلے تازہ پانی، دودھ یا چائے کے ہمراہ استعمال کریں (ایضاً صفحہ۳۵)

اگر کسی کو بادی یا خونی بواسیر ہو، خواہ کتنی ہی پرانی ہو، یا کسی کے پیٹ میں کیڑے ہوں، جن کی وجہ سے چہرے اور ہاتھوں اور جسم پر ورَم چڑھ جاتا ہو، یا دورہ پڑ جاتا ہو، یا پیٹ کے کیڑوں کی وجہ سے بچے کا پیٹ پھولا رہتا ہو، ٹانگیں پتلی ہوں، اور جسم کا اوپر والا حصہ موٹا ہو، سر پھولا ہوا ہو، چہرے پر ورَم ہو، غذا سے نفرت ہو، مزاج میں چڑچڑا پن اور سستی ہو (اور بچوں میں مذکورہ بیماریوں کی اکثر وجہ پیٹ کے کیڑے ہوتے ہیں) تو ایسے مریضوں کے لئے درجِ ذیل نسخہ لاجواب اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

کلونجی ستّر گرام، سرسوں کے بیج (جن سے کڑوا تیل نکلتا ہے) سو گرام، نیم کی نمولی کا اندرونی مغز سو گرام۔

ان تینوں چیزوں کو باریک پیس کر سفوف تیار کرلیں، اور بڑے کیپسول میں بھر کر ایک سے دو کیپسول پانی کے ہمراہ کھانے سے پہلے استعمال کریں، اگر بچے کو یہ دوا استعمال کرائیں، تو اس کی مقدار کم کرلیں (ایضاً صفحہ۳۷، ۳۸)

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

r ...... جمعہ/۳/۱۰/۱۷/۲۴ رجب اور یکم شعبان کو حسب معمول متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

r ......اتوار/۵/۱۲/۱۹/۲۶ رجب اور ۳/شعبان دن دس بجے مفتی محمد رضوان صاحب کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس مسجد غفران میں منعقد ہوتی رہی (خواتین بھی اس مجلس میں شریک ہوتی ہیں، جن کے لیے مدرسۃ البنات میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا ہے) اور بعد ظہر قرآنی شعبہ جات کے لیے بزم ادب اور بعد عصر خاص طلبہ حفظ کے لیے اصلاحی بیان کی مجالس منعقد ہوتی رہیں۔

r ......۲ رجب جمعرات کو دن ۱۲ بجے ادارہ کے افراد تفریحی دورہ پر ایوب پارک گئے، بعد عصر واپسی ہوئی۔

r ......۲۳ رجب جمعرات کو بھی دن ۱۲ بجے خانپور ڈیم کی طرف تفریحی دورہ ہوا، واپسی میں ترنول میں منشی عبداللہ صاحب کی دعوت پر ان کے ہاں مختصر حاضری ہوئی، بوقت عشاء ادارہ واپس پہنچے۔

r ......۸، اور ۲۲ رجب بروز بدھ دن ساڑھے دس بجے خواتین کے لیے درس قرآن کی مجالس ہوئیں۔

r ......۱۴ رجب بروز منگل حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا و رکن شوریٰ ادارہ غفران) بفہ (مانسہرہ) کی طرف دورہ پر جاتے ہوئے کچھ دیر کے لیے دار الافتاء میں تشریف لائے، مدیر صاحب سے مجلس رہی، باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔

r ......۱۵ رجب بروز بدھ مولوی محمد فرحان صاحب (ابن حکیم محمد فیضان صاحب) مدرس و معاون دارلافتاء کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی، اثیلہ نام تجویز ہوا، اللہ تعالیٰ بچی کو سعادت مند اور والدین و خاندان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

r ......۱۸ رجب ادارہ کے زیر اہتمام تعمیر پاکستان سکول میں گرمیوں کی تعطیلات (عید الفطر کے چند دن بعد تک) دیدی گئیں، تعطیلات میں کچھ تعمیراتی کام کا سلسلہ سکول میں جاری کیا گیا۔

r ......۱۸ رجب بندہ راقم الحروف کے برادر نسبتی قاری حسین احمد صاحب (مدرس نیول ہائٹس کراچی) کراچی سے تشریف لائے۔

r ......۲۱ رجب بروز منگل حضرت مولانا عبدالظاہر فاروقی صاحب زید مجدہم (خطیب اعلیٰ بحریہ ٹاؤن) مفتی محمد منظور احمد صاحب (معین مفتی دارلافتاء ادارہ غفران و خطیب بحریہ ٹاؤن) کے ہمراہ دارلافتاء میں تشریف لائے، مدیر صاحب سے ملاقات اور باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔

r ......۲۳ رجب جمعرات ادارہ غفران کے قرآنی شعبہ جات (سوائے درجہ حفظ) میں گرمیوں کی ۱۵ روزہ

تعطیلات دی گئیں (۱۰ شعبان تک)

r ......۲۵ رجب ہفتہ ادارہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ سال دوم (تکمیلی سال) کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے، جو تین دن ۲۷ رجب کی شام تک جاری رہے۔

r ......۲۹ رجب بروز بدھ دوپہر کو مدیر صاحب کی طرف سے طلبہ تخصص کو دوپہر کے کھانے پر ضیافت دی گئے، اس موقعہ پر مدیر صاحب کی تخصص کے فضلائے کرام کے ساتھ علمی و اصلاحی نشست بھی ہوئی جس میں ان کو دینی علمی و تحقیقی کاموں کے متعلق فکر و شعور دیا گیا اور بیش قیمت نصیحتیں کی گئیں۔

r ......۲۸ رجب منگل شعبہ حفظ کے طلبہ کو ادارہ کی طرف سے تفریحی دورہ پر ٹیکسلا و خانپور کی طرف لے جایا گیا، خانپور نہر میں بچوں نے نہانے میں گہری دلچسپی لی، اور نہر پر ہی دن گذارا، بوقت عصر واپسی ہوئی (ہمراہ چند اساتذہ تھے)

r ......۳۰ شعبان اتوار حضرت مدیر صاحب کے قدیمی احباب میں سے جناب پیر جاوید صاحب تشریف لائے۔

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام   اضافہ و اصلاح شدہ جدید ایڈیشن   (صفحات:604)

ماہِ رمضان کے فضائل و احکام

''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل و احکام، منکرات و بدعات

رمضان کے مہینہ کے فضائل و احکام، چاند کے فضائل و احکام، روزہ کے فضائل و احکام، سحری کے فضائل و احکام، افطاری کے فضائل و احکام، لیلۃ القدر کے فضائل و احکام اور ان سے متعلق رائج منکرات و اصلاحات، تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت و اہمیت

مصنّف: مفتی محمد رضوان

نفل، سنت اور واجب

اعتکاف کے فضائل و احکام

نفل و مستحب، مسنون اور واجب اعتکاف کے تفصیلی فضائل و احکام، نفل و مستحب اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات و احکام، مسنون اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات و احکام

واجب اعتکاف کی حقیقت اور اُس کی اقسام و احکام، اور متعلقہ تحقیقی مسائل پر مفصَّل و مدلَّل کلام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران   چاہ سلطان   راولپنڈی   پاکستان

اخبارِ عالم

C

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

? 21/مئی 2012ء، بمطابق ۲۹ جمادی الاخریٰ 1433ھ: پاکستان: پاکستانی فورسز منشیات سمگلنگ کا صرف 4 فیصد پکڑ پاتی ہے، کم وسائل اور افغانستان، ایران کے ساتھ طویل سرحد کے باعث مافیا کامیاب ہوجاتا ہے، اعلیٰ افسر ? 22/مئی: یمن: فوجی پریڈ پر خودکش حملہ، 100 ہلاک، وزیرِ دفاع بال بال بچ گئے ? 23/مئی: پاکستان: کراچی، سندھ محبت ریلی پر فائرنگ، 13 جاں بحق، 35 زخمی، متعدد گاڑیاں اور دکانیں نذرِ آتش ? 24/مئی: پاکستان: ڈاکٹر شکیل آفریدی کو امریکہ کے لئے جاسوسی اور ملک سے غداری پر 33 سال قید ? 25/مئی: پاکستان: این آئی سی ایل کرپشن کیس، سپریم کورٹ کا امین فہیم کے خلاف کارروائی کا حکم ? 26/مئی: پاکستان: نواب شاہ کے قریب دہشت گردی، کراچی سے صوابی جانے والی بس پر فائرنگ، 7 جاں بحق ? 27/مئی: پاکستان: بلوچستان میں فوجی آپریشن بند، لاپتہ افراد کو بازیاب کرایا جائے، قومی کانفرنس ? 28/مئی: پاکستان: کوئٹہ میں بم دھماکہ، 3 جاں بحق، کانسٹیبل سمیت 9 زخمی ? 29/مئی: پاکستان: اسپیکر کی رولنگ سپریم کورٹ میں چیلنج، ریفرنس نہ بھیجنے کے خلاف سندھ ہائیکورٹ کا اسپیکر، وزیراعظم کو نوٹس ? 30/مئی: پاکستان: پاک فوج نے گیاری میں دبے تمام 139 جوانوں کو شہید قرار دے دیا، اعلان علماء کی مشاورت سے کیا گیا، آئی ایس پی آر ? 31/مئی: پاکستان: شارٹ فال 8000 میگاواٹ سے تجاوز کرگیا، شدید گرمی میں بدترین لوڈشیڈنگ کے خلاف کئی شہروں میں ہڑتالیں اور مظاہرے ? یکم/جون: پاکستان: پٹرول 3.39، ڈیزل 1.23، مٹی کا تیل 5.90 روپے لٹر سستا ? 02/جون: پاکستان: تنخواہ، پنشن میں 20 فیصد اضافہ، ایک لاکھ ملازمتیں، سگریٹ، سی این جی، کھاد، سریا مہنگے، 29 کھرب 60 ارب کا وفاقی بجٹ پیش کردیا گیا ? 03/جون: مصر: حسنی مبارک کو عمر قید، جیل منتقلی پر سابق مردِ آہن دھاڑیں مار کر رو پڑے ? 04/جون: نائیجریا: طیارہ رہائشی عمارت سے ٹکرا گیا، 153 ہلاک ? 05/جون: افغانستان سے انخلاء کے لئے نیٹو کے وسط ایشیائی ممالک سے معاہدے، پاکستان سے معاملات طے نہیں پائے ? 06/جون: پاکستان: پنجاب، خیبر پختونخواہ میں طوفان، چھتیں دیواریں گرنے سے 18 افراد جاں بحق، بجلی، مواصلات کا نظام درہم برہم، کئی پروازیں منسوخ ? 07/جون: پاکستان: ملک کے بیشتر حصوں میں سی این جی سٹیشنز کی ہڑتال، شہری پریشان، لاہور میں مظاہرین پر پولیس کا لاٹھی چارج، متعدد گرفتار ? 08/جون: پاکستان: کوئٹہ، مدرسہ کے باہر بم دھماکہ، 7 بچوں سمیت 16 افراد جاں بحق، 42 زخمی C لاہور، سروسز ہسپتال کے نرسری میں آتشزدگی، 7 نومولود زندگی کی بازی ہار گئے، 18 زخمی ? 09/جون: پاکستان: خیبر پختونخواہ کا 330 ارب روپے کا بجٹ پیش، تنخواہوں میں 20 فیصد اضافہ ? 10/جون: پاکستان: پنجاب کا 783 ارب روپے کا ٹیکس فری بجٹ پیش،

تنخواہ، پنشن میں 20اضافہ، 80ہزار نوکریاں، آٹا پر 27ارب کی سبسڈی ? 11/ جون: پاکستان: وفاقی بجٹ کے ہفتے بعد روزمرہ استعمال کی 24اشیاء مہنگی، ٹماٹر ڈھائی فیصد، چینی، ڈبل روٹی 2، پیاز، خوردنی تیل کی کی قیمت ایک فیصد بڑھ گئی ? 12/ جون: پاکستان: مستونگ، مسافر بس پر بم حملہ، 6جاں بحق، خواتین اور بچوں سمیت 45زخمی ? 13/ جون: پاکستان: پشاور، امن لشکر کے سربراہ کی گاڑی پر خودکش حملہ، 2اہل کار جاں بحق ? 14/ جون: پاکستان: سپریم کورٹ کا ملک ریاض کوتوہینِ عدالت کا نوٹس، آج طلب کرلیا ? 15/ جون: مصر کی آئینی عدالت نے پارلیمنٹ کو غیر قانونی قرار دے دیا، عدالتی فیصلہ ”فوجی بغاوت“ کے زمرے میں آتا ہے، اخوان المسلمون ? 16/ جون: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات 5.02 سے 11.75روپے فی لٹر سستی، سی این جی 4.82روپے فی کلو تک سستی ? 17/ جون: سعودی ولی عہد اور وزیرِ داخلہ شہزادہ نایف انتقال کرگئے، مکہ مکرمہ میں سپردِ خاک ? 18/ جون: پاکستان: تاریخ کی بدترین لوڈ شیڈنگ، شارٹ فال 8500 میگاواٹ، شہر شہر احتجاج، حکومتی ارکانِ اسمبلی کے دفاتر پر حملے، تھانے اور گاڑیاں نذرِ آتش ? 19/ جون: سعودی شاہ عبداللہ نے شہزادہ سلمان کو ولی عہد نامزد کردیا، سلمان نائب وزیر اعظم اور وزیرِ دفاع بھی رہیں گے ? 20/ جون: پاکستان: گیلانی، پانچ سال کے لئے نااہل، صدر نیاوزیر اعظم نامزد کریں، گیلانی 26اپریل سے رکن اسمبلی اور وزیر اعظم نہیں رہے: سپریم کورٹ C مصر کے سابق صدر حسنی مبارک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے۔

(بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام) (صفحات: 476)

نمازِ تراویح کے فضائل واحکام

رمضانُ المبارک کے ایک اہم عمل نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام، نمازِ تراویح اور اُس میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی فضیلت واہمیت، نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور شبہات کا ازالہ، نمازِ تراویح کی جماعت، امامت واقتداء کے احکام، تراویح کی نماز میں سجدۂ تلاوت اور رکعت میں غلطی واقع ہوجانے کے احکام، نمازِ وتر اور اس کی جماعت کے احکام، تراویح کی نماز سے متعلق اہم مسائل پر تحقیقی کلام

مصنّف: مفتی محمد رضوان